فتوح الغیب

سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی

علیہ الرحمہ

ترجمہ از

راجا رشید محمود ایم اے

حامد اینڈ کمپنی ◎ لاہور


www.maktabah.org

فتوح الغیبؒ

تالیف

سیدنا غوثِ اعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ

اُردو ترجمہ

راجا رشید محمود

(ایم۔ اے اردو ، فاضلِ درس نظامی)

ناشر:
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

نام کتاب ———— فتوح الغیب

ترجمہ ———— راجا رشید محمود ایم۔ اے

مطبع ———— عالمین پرنٹرز، لاہور

قیمت Rs39./ روپے،

واحد تقسیم کار

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

مقالات حضرت غوث الاعظم

شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ

مقالہ ۱

مومن کی شان

مومن کے لئے تین کام ہر حالت میں ضروری ہیں (۱) احکامِ شریعت پر عمل کرتا رہے (۲) شریعت نے جن کاموں سے بچنے کا حکم دیا ہے، ان سے بہرحال بچے (۳) تقدیر پر راضی رہے۔ کسی حال میں بھی ان تین چیزوں سے خالی نہ رہنا مومن کے لیے نہایت ادنیٰ درجہ ہے۔ مومن ان باتوں کو پورا کرنا اپنے لئے لازم قرار دے، انہی کی گفتگو کرے اور اعضاء و جوارح کو انہی کی تکمیل میں لگائے رکھے۔

مقالہ ۲

نیکیوں کی تلقین اور اُن کا اجر

سُنّت کی پیروی کرو، بدعتوں سے بچو۔ خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطیع بنو، ان کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔ خدا کو ایک جانو، اس کے ساتھ شرک نہ کرو، اس مقام پر دل میں شک نہ لاؤ، خدا پر بہتان نہ باندھو۔ مصائب و آلام میں صبر کرو غوغا نہ کرو۔ ثابت قدم رہو، راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ خدا سے سوال کرنے کو بُرا نہ سمجھو۔ دعا کے بعد مایوس نہ ہو بلکہ اس کی قبولیت کا انتظار کرو، لوگوں سے دشمنی کے بجائے

دوستی شعار کرو، خدا کی بندگی کے لئے اکٹھے رہو، اُلفت سے کام لو، نفرت و کینہ سے بچو۔ گناہوں کے مرتکب نہ ہو اور اپنے رب کی بندگی سے اپنی ذات کو سنوارو۔ دربارِ خداوندی سے نہ ہٹو، ہر وقت اسی جانب متوجہ رہو۔ توبہ کرنے میں جلدی کرو، دن رات کے کسی حصے میں گناہوں سے معافی مانگنے کو طبیعت پر بوجھ نہ جانو۔ یہ کرو تو شاید تم پر رحم کیا جائے، تمہیں دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا جائے — اور تمہیں وصالِ خداوندی کی سعادت حاصل ہو۔ ممکن ہے، دار السلام میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاکیزہ کنواریاں ملیں، دوسری نعمتیں میسّر ہوں، اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری نصیب ہو اور طرح طرح کی خوشبوؤں اور حوروں اور خوش آواز لونڈیوں کی نعمتوں سے تمہیں خوش کیا جائے — اور صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہو۔

مقالہ ۳ آزمائشیں اور اُن سے خلاصی

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بندہ جب مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے تو شروع میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے، خود کوشش کرتا ہے لیکن جب اس طرح مقصد براری نہیں ہوتی تو بادشاہ سے، عہدے داروں سے اور دوسرے دنیاداروں سے اور مالداروں سے مدد مانگتا ہے، بیماری وغیرہ کے سلسلے میں طبیبوں سے رجوع کرتا ہے۔ جب تک اپنی کوشش پر اعتماد رہتا ہے، مخلوق سے رابطہ قائم نہیں کرتا۔ پھر جب تک مخلوق سے اعانت و امداد کی امید ہوتی ہے حصولِ امداد کے لئے اپنے خالق کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ مگر جب خالق کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوتی تو سوال، دعا، آہ و زاری اور حمد میں مصروف ہو جاتا ہے اور بیم و رجا کی اسی کیفیت میں دعا گو ہوتا ہے۔ پھر جب خداوند تعالےٰ اسے اتنا عاجز کر دیتا ہے کہ اس کی دعا کو شرفِ قبول نہیں بخشتا اور تمام ظاہری اسباب اس سے چھن جاتے ہیں تو قضا و قدر کے احکام الٰہی اس پر نافذ ہوتے ہیں اور وہ تمام

اسباب ظاہری سے بے تعلق ہوجاتا ہے، فنا ہوکر صرف روح کی صورت میں باقی رہتا ہے تو وہ خدا کے احکام کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور یقین اور توحید کی اس منزل میں داخل ہوتا ہے کہ اسے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے فاعلِ حقیقی، حرکت وسکون کا خالق، برائی اور نفع نقصان کا مالک ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ وہی عطا کرنے والا یا نہ کرنے والا، عزت وذلت دینے والا، اور موت وحیات کا مالک ہے۔ اسطرح وہ قضاو قدر کی اس منزل میں آجاتا ہے جیسے دائی کے ہاتھ میں بچہ، غسال کے ہاتھ میں مُردہ یا چوگان کھیلنے والے کے سامنے گیند ہوتا ہے۔

اس کیفیت میں اس کی حرکت وسکون، ایک حال سے دوسرے حال پر جانا یا ایک فعل سے دوسرے پر تبدیل ہونا اس کی قدرت میں نہیں رہتا۔ اس طرح بندہ اپنے مالکِ حقیقی کے احکام وافعال میں اس طرح فنا ہوجاتا ہے کہ اس کی نگاہِ قدرت سے دیکھتا ہے۔ اسکے کلام، علم اور نعمت سے سنتا اور جانتا ہے۔ خدا کی بات اور علم کے سوا کچھ سننے کو آمادہ نہیں ہوتا۔ اس کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوکر اسکے قریب ہونے کی سعادت پاتا ہے، اسکے وعدوں سے تسکین واطمینان کی دولت اسے نصیب ہوتی ہے، خدا کے ذکر سے محبت اور کسی دوسرے کے تذکرہ سے وحشت محسوس کرتا ہے۔ اس طرح جب وہ قبائے معرفت سے ڈھانپ دیا جاتا ہے، وہ اسرارِ خداوندی کے علوم پالیتا ہے اور ان نعمتوں کے حصول پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسکی تحمید وتعریف میں لگ جاتا ہے۔

مقالہ ۴: مقامِ فنا اور علوِ درجات

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب بندہ خود کو مخلوق سے فنا کرلیتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو اور پھر اسکی نفسیانی خواہشات مردہ ہوجاتی ہیں تو اسے پھر کہا جاتا ہے کہ تجھ پر خدا اپنی رحمت نازل کرے۔ پھر جب اس کی تمام خواہشیں اور سب ارادے فنا ہوجاتے ہیں تو پھر کہا جاتا ہے کہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ اس کے بعد بندے کو وہ ابدی زندگی عطا ہوتی ہے جس میں موت کا کوئی تصوّر نہیں۔ اسے

وہ دولتِ استغنا نصیب ہوتی ہے جس کے بعد کوئی حاجت باقی نہیں رہتی اور ایسی نعمتیں دی جاتی ہیں جن کے حصول میں کوئی شے حائل نہیں ہو سکتی اور اسے وہ راحتیں عطا ہوتی ہیں۔ جن کے بعد اسے کوئی دکھ یا ملال نہیں رہتا۔ اسے علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے اور جہالت کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے، اسے تمام خطرات سے محفوظ و مامون کر کے ہر خوف اور بدبختی کو زائل کر دیا جاتا ہے۔ اسے عزت وہ ملتی ہے کہ ذلت کا تصوّر معدوم ہو جاتا ہے، قرب اس طرح ملتا ہے کہ بُعد فنا ہو جاتا ہے۔ رفعت و عظمت دی جاتی ہے، ذلت و رسوائی سے بچا لیا جاتا ہے۔ اسے غلاظتوں سے پوری طرح پاک کر دیا جاتا ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر وہ ہر دلعزیزی میں بے مثل ہو جائیگا، اسکے مرتبے کا ادراک لوگوں کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ ایسا بے عدیل ہوگا کہ غیب کے پوشیدہ اسرار کا منفرد مجسمہ بن جائے گا۔ اس طرح وہ تمام انبیاء و رسل اور شہداء کا وارث بن جائے گا۔ اس پر مراتبِ ولایت یوں ختم ہوں گے کہ تمام ابدال اسکی طرف متوجہ ہوں گے۔ اسی کے فیض سے مشکلیں حل ہوں گی اور باران رحمت برسے گی جن سے کھیتیاں سرسبز ہوں گی۔ ہر خاص و عام، سرحدی مسلمان، بادشاہ، رعایا، قوم کے پیشوا، حکام اور عوام کی مصیبتیں اس کی دعا سے ختم ہوں گی۔ وہ شہروں پر اور لوگوں پر محاسب ہوگا۔ لوگ دور دراز سے اسکے پاس آئیں گے، سیم و زر اس کے قدموں میں نچھاور کریں گے۔ اور اس کی خدمتِ خاص کی سعادت حاصل کرنا چاہیں گے۔ اس کی عظمتِ شان میں کوئی اختلاف نہ کرے گا۔ ایسا مردِ کامل وادی و صحرا میں سب سے بہترین، عظیم اور افضل ہوتا ہے اور صاحب فضلِ عظیم خداوند کریم اسے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

مقالہ ۵

دنیوی آسائشیں قابل توجہ نہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اہلِ دنیا کی فنا ہو

جانے والی آرائش و زیبائش، دلکشی اور دلفریبی کے حامل مکر و دغا، ہلاک اور گمراہ کرنے والی لذتوں اور "چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر" قسم کے دجل و فریب، بے وفائی اور عہد شکنی کے مظہر غافل و بے خبر دنیا داروں کو دیکھو تو یوں سمجھو جیسے کوئی برہنہ شخص حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے عمل میں ہے اور تم اس نفرت انگیز منظر اور بو سے اپنی آنکھیں اور ناک بند کر لیتے ہو۔ بالکل اسی طرح تم دنیاداروں کی ظاہری زیب و زینت سے آنکھوں اور لذات و شہوات کی بو سے اپنی ناک کو بچالو۔ اس طرح تم آفاتِ دنیوی سے بچ سکو گے اور جو اچھائیاں تمھارے مقدر میں ہیں ان سے تم ضرور بہرہ اندوز ہو گے۔ اللہ کریم نے اپنے برگزیدہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرمایا: "ہم نے دنیوی آسائش و آرام کی جو چیزیں کفار کو دے رکھی ہیں آپ انھیں نظر بھر کر بھی نہ دیکھئے ان سے تو انھیں فتنے اور امتحان میں ڈالنا مقصود ہے اور آپ کے لئے تو آپ کے پروردگار کا رزق اچھا بھی ہے اور اس میں دوام بھی ہے"۔

مقالہ ۶

اولیاء اللہ کون ہیں

حضرت غوث صمدانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: خدا کے حکم سے اپنے آپ کو مخلوق سے فنا کرلو، اپنی خواہشوں کو اسکے امر کے اور اپنے ارادوں کو اسکے فعل کے تابع کرلو۔ اس طرح تم میں صلاحیت و اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ علم الٰہی کا ظرف بن جاؤ۔ مخلوق سے فنا ہو جانا یہ ہے کہ اس سے قطع تعلق کر کے ان کی ہر چیز سے الگ ہو جاؤ۔ خواہشوں کو امرِ الٰہی کے تابع کرنا یہ ہے کہ سود و زیاں اور نفع و ضرر کے ہر تصور سے اور اسبابِ دنیوی کی ہر خواہش سے اور حصول معاش کی ہر جد و جہد میں اپنی ذات پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ ایسے معاملات کو خدا کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ خدا کے بجائے اپنے نفس پر اعتماد کرنا شرک ہے جب تم ماں کے پیٹ میں تھے یا شیر خوار بچے کی صورت پنگھوڑے میں تھے، اسوقت بھی

وہی ان امور کا مالک تھا اور اب بھی وہی مالک ہے۔

اپنے ارادوں کو فضلِ خداوندی کے تابع کرنا یہ ہے کہ تمام خواہشات، اغراض حاجات اور ارادوں سے ہاتھ اٹھالیا جائے اور یہ سب کچھ احکامِ باری تعالیٰ کے تابع کر دیا جائے۔ اگر تم خدا کے ماسوا کا ارادہ نہ کروگے تو خواہشاتِ نفسانی چھوڑنے کے باعث فعلِ خداوندی تم میں جاری ہو جائیگا، اس طرح تمہارے اعضا کو سکون، قلب کو طمانیت، سینے کو فراخی وکشادگی، چہرے کو نور اور ضمیر کو اطمینان نصیب ہوگا۔ تعلق باللہ کی اس کیفیت کے حصول سے کائنات کی ہر شے سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ دستِ قدرت تمہارا معاون ہوگا، زبانِ ازل تمہیں ندا دے گی، تمہارا پروردگار تمہیں علم سکھائے گا، تمہیں اشیاء کی ماہیت سے روشناس کرا کے لباسِ معرفت سے نوازا جائے گا اور یوں تمہیں سلف صالحین اور عارفین کامل کے مقام تک رسائی ہوگی۔ پھر تمہارے دل میں خواہشیں اور ارادے نہ ٹھہریں گے جسطرح شکستہ برتن میں پانی وغیرہ نہیں ٹھہرتا۔ پھر تم بشریت کی کثافت سے پاک ہو جاؤ گے اور دل میں خدا کے ارادے کے بغیر کوئی شے نہیں آئے گی۔ یہ وہ مقام ہے جس میں کرامات وتصرفات کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ بظاہر لوگ یہ خرق عادات تم میں پائیں گے مگر حقیقتاً یہ خدا تعالےٰ کے احکام وافعال ہوں گے یوں تم ان اولیاء اللہ کی صف میں شامل ہو جاؤ گے جن میں خواہشاتِ نفسانی اور ارادۂ بشری عنقا ہو جاتے ہیں اور از سرِ نو ان میں ارادۂ خداوندی پیدا کیا جاتا ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں میرے لئے پسند کی گئی ہیں: خوشبو، عورت اور نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک۔ خواہشات سے ماوراء ہونے کے بعد یہ چیزیں حضور سے منسوب کی گئیں۔ اللہ کریم نے فرمایا: میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے خواہشات کے غلام نہیں ہیں چنانچہ تمہاری خواہشات اور ارادے رضائے الٰہی کے حصول کی تمنا میں دم نہ توڑ دیں تو تمہیں خدا کا قرب نصیب نہ ہوگا لیکن اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں میں فنا کر دینے کے بعد وہ

تمھیں نئی باطنی خصوصیات کیساتھ ازسرِنو تخلیق کرے گا اور تجھ میں نئے ارادے پیدا کرے گا اگر ان نئے ارادوں میں بھی نفس کا تھوڑا بہت دخل پایا تھا تو پھر اسے توڑ کر نئے ارادے پیدا کیے جائینگے۔ قلب کی انکساری کے ان مراحل کا اختتام یہ ہوگا کہ توحید دل و دماغ میں راسخ ہوجائے گی اور تمھیں دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا انا عند المنکسرۃ القلوبھم (یعنی میں شکستہ دلوں کے بہت قریب ہوں) کا یہی مطلب ہے اور ہمارے قول عند وجودك فیھا کا مطلب ارادۂ نو میں تمہارا اطمینان قلب ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میرا مومن بندہ عبادت و ذکر کے باعث میرے قرب کا تمنائی ہوتا ہے حتٰے کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب یہ کیفیت ہوجائے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کی زبان اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں، ہوں جن سے وہ بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ پس فنا کی حالت یہ ہے کہ مخلوق اچھی ہو یا بری، تم خود نیک ہو یا بد — اپنے آپ سے اور مخلوق سے لاتعلق ہوجاؤ۔ پھر جب تم نہ کسی سے توقعات وابستہ کرو، نہ کسی سے ڈرو اور اپنی فطری صفات کی حفاظت میں کوئی خلاف شرع بات قبول نہ کرو تو تمھارے نفس میں اللہ ہی اللہ باقی ہوگا۔ جس طرح تمھاری پیدائش سے قبل تھا۔ یاد رکھو کہ خیر و شر اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس پر یقین کامل تمھیں قضا و قدر کے خوف سے بے نیاز کردے گا، برکات خیر تمھارے لیے بہت زیادہ ہوجائیں گی۔ پھر تم ہر خیر کا سرچشمہ، ہر ابتہاج و مسرت کا منبع، تمام امور کا مرکز و محور اور امن و آرام کی ہر کیفیت کے حامل بن جاؤ گے۔

حق کے تمام طالب اسی فنا کے خواہشمند ہوتے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں اولیاء اللہ کو منزل ملتی ہے اپنے ارادوں کی شکست و ریخت کے بعد خدا کے ارادے میں محو ہوجانا تادمِ مرگ تمام اولیاء اللہ و ابدال کا مطمح نظر رہا ہے اسی لیے انہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ وہ حق کے ارادے میں اپنے ارادے کو شریک کرنا گناہ

"عظیم سمجھتے ہیں البتہ حالتِ جذب میں یا غلبۂ حال کے تحت یا بھول کر ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے تو خداوند تعالیٰ انھیں خبردار کر دیتا ہے اور وہ توبہ و استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ عزم اور ارادے کے اعتبار سے معصوم تو نہیں ہوتے۔ خواہش نفس سے آزاد اور محفوظ تو محض انبیاء کرام اور ملائکہ (علیہم السلام) ہوتے ہیں دیگر جنّ و انس پر شریعت کی پابندی ضروری ہے اور ان میں سے کوئی معصوم نہیں۔ اولیاء کرام اور ابدال عظام ارادہ اور خواہش نفس سے محفوظ تو یقیناً ہوتے ہیں مگر کسی وقت اس پر مائل ہو جانا بھی ان کے لیے عین ممکن ہے۔ یہ ہے کہ خداوند کریم اپنی رحمت کے باعث بیداری کے عالم میں ان کی لغزش پر مطلع کر دیتا ہے اور وہ بر وقت اس کی تلافی کر لیتے ہیں۔

مقالہ ۷ اعترافِ تقصیر اور استغفار

حضرت محی الدین جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نفس کی خواہشوں سے آزاد ہو جاؤ اور اس کی اتباع سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اپنی ہر چیز اللہ کے سپرد کر دو اور اپنے درِ دل پر اس طرح پہرہ دو کہ اس میں صرف وہی شے داخل ہو جس کی اجازت مولا کریم دے۔ شیطانی وسوسوں کو دل میں جگہ نہ دو، خواہشاتِ نفسانی کو داخلے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ ہر حال میں انکی مخالفت ہو کیونکہ کسی خواہش کا دل میں داخل ہونا دراصل اس کا اتباع ہے۔ ارادۂ حق کے سوا کسی اور ارادے کی خواہش درست نہیں۔ ارادۂ حق کے علاوہ کسی اور ارادے کو دل میں جگہ دینا تباہی اور ہلاکت، نگاہِ رحمت سے گرنے اور حجاب پر منتج ہوتا ہے۔ ہمیشہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرو اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے اجتناب کرو۔ مقدراتِ خداوندی کو اسی کے اختیار و رضا پر رہنے دو اور مخلوقات میں سے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ یاد رکھو کہ تمھارے ارادے اور آرزوئیں خداتعالےٰ کے پیدا کردہ ہیں اس لیے اپنا ارادہ اور اپنی خواہش خالق کے ساتھ شرک کرنا ہے اور ایسا کرنے پر تم

مشرکین میں سے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "اگر اللہ کے دیدار کی تمنا ہو تو نیک کام کرنے چاہئیں اور ضروری ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

شرک صرف بت پرستی ہی نہیں ہے، خواہشات نفس کی پیروی اور دنیا کی کسی بھی چیز کے ساتھ عشق کی کیفیت سے منسلک ہو جانا صریحاً شرک ہے۔ خدا کے سوا ہر شئے غیر خدا ہے اور ہر غیر خدا کی خواہش شرک کہلائے گی لہذا اس سے پرہیز کرو۔ اپنے نفس کی برائیوں سے ڈرتے رہو، تلاش حق میں ساعی رہو غفلت کو شعار نہ کرو، جو حال و مقام تمہیں ملے اسے اپنے نفس سے منسوب نہ کرو اسلیے کہ تغیر حال کے لیے ہر روز خدا تعالیٰ کی نئی شان ہے۔ اللہ کی ذات بندے اور اس کے قلب کے مابین ہے۔ اس لیے یہ قرین قیاس ہے، کہ اپنے جس حال کی تم دوسروں کو خبر دو، وہ تم سے سلب کر لیا جائے اور تم جسے پائیدار اور باقی سمجھتے ہو اسے ختم کر دیا جائے اور تمہیں اس آدمی سے نادم ہونا پڑے جس سے تم نے بات کی تھی۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے مقام کو اپنے دل ہی میں رکھو، کسی دوسرے کو نہ بتاؤ اور اگر خدا انھیں تمھارے حال و مقام پر قائم رکھے تو اسے خدا کا انعام سمجھ کر اس کا شکر ادا کرو اور اس میں اضافے کی درخواست کرو۔ اور اگر موجودہ حال کے بجائے ایسا حال نصیب ہو جس میں علم و معرفت اور نور و ادب زیادہ ہو تو تمھارے لیے ترقی کا باعث ہے۔ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لاتے ہیں۔"

یہ واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہر شئے پر قادر ہے، اس کو قدرت سے عاجز نہ سمجھنا، تقدیر و تدبیر پر اتہام نہ تراشنا، اس کے وعدوں پر کسی شک شبہ کا اظہار نہ کرنا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کر سکو۔ حضور پر آیتیں اور سورتیں نازل ہوئیں۔ انہیں صحف میں لکھا گیا اور مسجد و محراب میں پڑھا گیا، پھر انہیں منسوخ کر کے دوسری آیات لائی گئیں۔ یہ حضور کی شرعی اور ظاہری حالت تھی۔ آپ کے باطنی احوال اور علوم سے یا آپ خود واقف ہیں یا

آپ کا خدا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے دل کو ڈھانپ لیا جاتا تو میں ہر روز ستر مرتبہ (اور ایک روایت میں ہے کہ سو مرتبہ) مغفرت کرتا تھا اور وہ حالت دوسری حالت میں تبدیل کر دی جاتی تھی۔ حضورؐ کو قرب کی منزلوں اور غیب کے میدانوں کی سیر کرائی جاتی تھی اور آپ کی نورانی خلعتیں تبدیل ہوتی رہتی تھیں اور ہر نئی حالت بہتر اور روشن ہوتی تھی اور پہلی حالت میں حدود ادب کی حفاظت کرنے میں نقصان ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کو استغفار کی تعلیم دی جاتی تھی اور بندے کے لئے استغفار کی حالت سب سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح بندہ قصور کا اعتراف کرتا ہے اور توبہ و استغفار بندے کی دونوں صفتیں ابوالبشر حضرت آدمؑ کی میراث ہیں۔ جب عہد و پیمان بھول جانے اور جنت میں ہمیشہ رہنے رحمان و منان محبوب کی ہمسائیگی اور اپنے سامنے ملائکہ کی تحیت وسلام کی حاضری کی خواہش نے انکی حالت کی خوبیوں پر پردہ ڈال دیا اور خدا کے ارادے کے بجائے ان کی اپنی خواہش ظاہر ہو گئی تو ان کا ارادہ شکستہ ہو گیا اور ان کی پہلی حالت تبدیل کر کے ان کی ولایت معزول کر دی گئی۔ ان کی وہ منزلت نہ رہی اور ان کی حالتِ انوار کو مکدّر کر دیا گیا۔ پھر خدا نے انھیں متنبہ کیا، انھیں اپنی پاکیزگی یاد آئی اور انھیں اعتراف کی تعلیم اور اقدار کی تلقین کی گئی۔ اس وقت حضرت آدمؑ نے کہا: "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم خسارے میں رہ جائیں گے۔" پھر انوارِ ھدایت، علوم توبہ اور اس کے غوامض و مصالح اور جو چیزیں ان سے پوشیدہ تھیں اور ابھی ظاہر ہی نہ ہوئی تھیں، حضرت آدم کو دے دی گئیں۔ ان کے ارادول کو خدا تعالےٰ نے اپنے ارادوں میں تبدیل کر دیا۔ انہیں پہلی حالت سے بہتر حالت ودیعت کی، ولایت کبریٰ کے مقام سے نوازا، دنیا و آخرت میں انہیں اطمینان کی نوید دی۔ دنیا ان کی اولاد کے رہنے کی اور آخرت ان کی پناہ اور قیام کی جگہ بنا دی گئی۔ اسی طرح، اس موضوع پر حبیب خدا علیہ التحیتہ والثناء اور انکے

باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ تمھارے لئے رہنما ہے چنانچہ بارگاہِ رب العزت میں اظہارِ عجز اور طلب مغفرت کے خصائل اختیار کرو۔

مقالہ ۸ قربِ الٰہی کے مرحلے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس کیفیت یا حالت میں ہو، اس سے ادنیٰ یا اعلیٰ کی آرزو نہ کرو۔ جب تم شاہی محل کے دروازے پر ہو تو اپنے آپ کو پاسبان سمجھو اور ازخود اس میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرو، جب تک غیر اختیاری صورت میں تمھیں اس میں داخلے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ یعنی تمھیں سخت حکم یا تاکید کے ذریعے اندر نہ بلایا جائے۔ صرف داخلے کے اذن پر انحصار نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کیطرف سے یہ اجازت محض فریب ہو یا صرف تمھارا امتحان مطلوب ہو۔ اس وقت تک صبر و تحمل کا مظاہرہ کرو جب تک تمہیں اندر داخل ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے اور تمھارا داخلہ سراسر حکم شاہی سے ہو۔ جب بادشاہ کے اجازت نامے سے ایسا ہوگا، تمھیں سزا کا مستحق نہیں گردانا جا سکے گا۔ سزا تو اسی صورت میں ہوگی جبکہ یہ فعل تمہارا ذاتی ہو اور حرص، بے صبری، بے ادبی اور اپنی موجودہ حالت پر راضی نہ ہونے کی کیفیت کے باعث ہو۔

جب تم حکمِ شاہی پر قصرِ شاہی میں داخل ہو جاؤ تو اسے سعادت اور خوش بختی پر محمول کرو۔ مؤدب، سرنگوں اور فرماں بردار بنکر جان و دل سے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو جاؤ اور ترقیٔ مراتب کی خواہش نہ کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا "ہم نے دنیا کے جو ظاہری اموال و اسباب کفار کو دے رکھے ہیں، آپ ان کی طرف نظر بھر کے نہ دیکھیے کیونکہ یہ تو ان کو فتنہ و امتحان میں مبتلا کرنے کے لیے ہیں اور آپ کے رب کا عطا کردہ رزق آپ کے لیے بہتر اور باقی رہنے والا ہے"۔ اس قولِ خداوندی

میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے لئے حفظِ حال، صبر و شکر اور عطا کردہ نعمتوں پر راضی رہنے کی تلقین کی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خیر، منصب نبوت، علم، قناعت، توحید و معرفت، جہاد، صبر، ولایت ۔ اور فتوح غیبی وغیرہ جو چیزیں دین کے متعلق حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہیں، وہ ان کی ذات کے لیے مخصوص ہیں، دنیا کے مال اور سامانِ عشرت سے بہتر اور دائمی حیثیت کی ہیں۔ اور مکمل خیر کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا کی رضا پر راضی ہو کر اپنے حال کی حفاظت کی جائے اور فانی چیزوں کی طرف ملتفت نہ ہونا ہی نیکیوں اور برکتوں کی اصل ہے۔ دنیا کی تمام اشیاء کو خداوند تعالے نے بندوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے۔

کوئی بھی چیز یا تو تمہاری قسمت ہے یا کسی غیر کی یا وہ کسی کے لیے بھی نہیں بلکہ خدا تعالے نے اس کو کسی آزمائش و ابتلا کے لیے پیدا کیا ہے ۔ اگر مشیئت میں وہ تمہارا مقدر ہے تو تمہیں بہر حال ضرور ملے گی، تم چاہو یا نہ چاہو لیکن یہ بات غلط ہے کہ اس سلسلے میں تمھاری طرف سے غفلت، گستاخی یا سوئے ادب کا اظہار ہو اور اگر وہ چیز کسی دوسرے کی قسمت میں ہے تو اس کے حصول کے لیے تردّد کرنا نامناسب اور بے سود ہے اور اگر وہ سلامتی اور خیر کے ساتھ کسی کی بھی قسمت میں نہیں ہے بلکہ صرف فتنہ یا آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے تو کوئی صاحبِ عقل خواہ مخواہ فتنوں، آزمائشوں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بننا کہاں پسند کر سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ بھلائی اور سلامتی حفظ حال ہی میں ہے، چنانچہ اگر تم قصرِ شاہی میں داخلے کے بعد سیڑھیاں چڑھتے ہوئے چھت اور بالاخانے تک پہنچ جاؤ تو بھی پہلے کی طرح مؤدب، خاموش اور سرنگوں رہو بلکہ پہلے سے زیادہ آداب شاہی کو ملحوظ رکھ کر خدمت میں مشغول ہو جاؤ، کیونکہ قرب شاہی میں خطرات زیادہ ہیں۔

ایسے میں کبھی اپنے احوال و مقامات میں کسی طرح کی تبدیلی کی خواہش نہ کرو اور موجودہ حال کے بقا کی آرزو بھی نہ کرو کیونکہ اس سلسلے میں تمھیں کوئی اختیار

ہی نہیں ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ نعمت کی ناشکری ہو گی جس کے باعث دنیا و آخرت کی رسوائی مقدر ہو جائے گی۔ چنانچہ ہمارے بیان کے مطابق تم ہمیشہ ایسا عمل کرو جس کے باعث تمہیں ترقی کی منازل طے کرا کے اس مقام تک پہنچا دیا جائے جو دائمی اور ابدی ہو اور وہاں سے کبھی نہ ہٹایا جائے اور یہ جان لو کہ یہ مقام بھی خدا کا عطا کردہ ہے اور ظہورِ علامات و آیات کے ساتھ یہ مقام حق ہے۔ اس سے غفلت اور بے اعتنائی نہ کرو اور مستحکم طریقے پر ہمیشہ قائم رہو۔ اولیاء اللہ کے لیے احوال ہوتے ہیں اور ابدال کے لیے مقامات۔

مقالہ ۹ جلالی اور جمالی صفات

شہنشاہِ بغداد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اور ابدال سے افعال الٰہی سے کشف اور مشاہدہ کے ذریعے بعض ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو عادات و رسوم کو فنا کر دیتی ہیں اور عقل و فہم کو لاچار کر دیتی ہیں۔ جو دہشت، لطف یا موانست کے تاثرات حواسِ انسانی پر پیدا کرتی ہیں۔ ایسے محیر العقول افعال دو قسم کے ہوتے ہیں: جلالی اور جمالی۔ جلالی وہ جو خوف و ہیبت، بے کلی اور بے آرامی پیدا کرتے ہیں اور اس سے اعضائے جسم پر خوف و دہشت کے آثار مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق احادیث میں ہے کہ نماز میں شدتِ خوف کے باعث ان کے سینہ مبارک سے جوش کھاتی ہوئی دیگ جیسی آواز سنائی دیتی تھی کیونکہ ـــــ واعبد ربک کانک تراہ کے مصداق حضور خدا تعالیٰ کے جلال و جبروت کو دیکھتے تھے اور آپ پر عظمت و ہیبتِ خداوندی کا انکشاف ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے لیے منقول ہے جو اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ غیرتِ حق اور حفظِ توحید کے لیے ہوتا تھا۔

اور مشاہدۂ جمال دلوں اور مزاجوں میں خدا کی صفاتِ رحمت، نور و سرور،

بخشش و عنایت، الطاف و کرم، عفو و درگزر اور جود و سخا کی طمانیت و فرحت کا حصول ہے۔ یہی چیزیں ہیں جن کی طرف آخر کار لوٹنا ہے اور جن کے ساتھ فضل و رحمت سے ان چیزوں کو قلمبند کر کے قلم خشک ہو چکا ہے اور جس کی بخششیں زمانۂ گزشتہ میں مقدر ہو چکی ہیں۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اولیاء اور ابدال کو تادمِ مرگ اسی حالت پر رکھتا ہے تاکہ فرطِ شوق سے ان کی محبت اور شدتِ شوق حد سے نہ گزر جائے اور ان کی قوتیں زائل ہو کر اور موجودہ حالت زوال پذیر ہو کر ان کی ہلاکت کی وجہ نہ بن جائے یا بندگی کے آداب میں کسی کوتاہی یا تساہل کا اندیشہ نہ ظاہر ہو اور یہ اسی حالت میں فوت ہو جائیں۔ لطف و کرم کے لحاظ سے یہ چیزیں ان کے دلوں سے امراض کو دور کرتی ہیں — اور دلوں کی تربیت کے ذریعے نرمی اور صلابت اختیار کرنے پر اکساتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے خداوند تعالیٰ حکیم، علیم، لطیف ہے اور ان پر رؤف و رحیم ہے۔ چنانچہ فخر موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ فرمایا کرتے تھے: "اے بلال اقامت کہہ کر ہمیں راحت پہنچا تاکہ ان چیزوں کے مشاہدے کے لئے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے، ہم نماز میں داخل ہوں اور جمال الٰہی سے مستفید ہوں۔ اسی لیے آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثنا) نے فرمایا: "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔

مقالہ نمبر ۱۰ ذات کی نفی مخالفتِ نفس

محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صورت یہ ہے کہ سب چیزیں خدا کی تابع ہوتی ہیں چنانچہ تمہارا نفس بھی اللہ تعالےٰ کی مخلوق اور ملکیت ہے لیکن خواہشوں، لذتوں اور شہوتوں اور اسبابِ تکبر کی وجہ سے خدا کا دشمن اور مخالف ہے اسلیے جب تم خدا کی اطاعت کے لیے نفس کی مخالفت کرو تو گویا خدا کے لیے نفس کے دشمن ہو جاؤ گے جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا: اے داؤد! میں تمہارا چارہ ساز ہوں۔

تم اپنے چارہ ساز سے تعلق محکم کر لو اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب نفس سے عداوت کو شعار کر لو۔ اسی طرح خالق و مالک سے تمھاری دوستی اور اسکی بندگی ثابت ہو گی۔ تمھیں پاکیزہ حصے ملیں گے، تم عزیز و محترم بن جاؤ گے اور چیزیں تمہاری تابع اور خدمت گزار ہو جائیں گی اس لیے کہ ہر چیز اس کے تابع ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، وہی ہر چیز کو دوبارہ پیدا کریگا۔ ہر چیز اس کے معبود ہونے کا اقرار کرتی ہے۔ خود خداوند کریم فرماتا ہے: "ہر چیز خدا کی حمد سرا ہے اور اسی کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے"۔ نیز فرمایا: "خدا نے آسمانوں اور زمینوں سے کہا کہ آمادگی سے یا غیر آمادگی سے۔ بہر حال میری اطاعت کرو، انھوں نے جواب دیا کہ ہم متابعت میں حاضر ہیں"۔ لہذا عبادت کی تکمیل یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی مخالفت کی جائے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ نفسِ امّارہ کی پیروی نہ کرو کہ یہ خدا کی راہ پر نہ چلنے دے گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے بھی فرمایا گیا کہ نفسانی خواہشات سے زیادہ راہِ راست سے بھٹکا دینے والی کوئی چیز نہیں، ان کی پیروی نہ کر اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو خواب میں کہا کہ کونسا راستہ تجھ تک پہنچا دے گا۔ جواب ملا: نفس کو چھوڑ کر چنانچہ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے نفس کو اس طرح چھوڑ دیا جس طرح سانپ کینچلی اتار پھینکتا ہے۔

پس، نفس کی مخالفت ہی میں بہتری ہے۔ درحقیقت نفس کی مخالفت کرتے ہوئے لوگوں کے حرام اور مشتبہ مال سے اجتناب ہی پرہیزگاری ہے، نہ ان کا احسان مند ہو نہ ان پر بھروسہ کرو، نہ ان سے ڈرو، نہ ان کے پاس جو کچھ تھوڑا بہت ہے اس کا لالچ کرو اور نہ زکوٰۃ، صدقات، کفّارہ، ہدیہ یا نذر کے حصول کی توقع رکھو۔ چنانچہ خلقت سے کوئی خواہش حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ کسی باثروت رشتہ دار کی وفات پر تمھیں مال ملنے کی امید ہو تو اسکی رحلت

کی خواہش نہ کرو اور ہر امکانی طریقے سے مخلوق سے کنارہ کرلو۔ انھیں ان دروازوں کی طرح سمجھو جو کبھی کھلتے کبھی بند ہوتے ہیں یا ان درختوں کی طرح جانو جو کبھی پھل دیتے ہیں کبھی نہیں دیتے اور یقین جانو کہ یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے فعل اور تدبر ہی کے باعث عمل میں آتے ہیں کہ وہی فاعلِ حقیقی ہے۔ اس کے باوجود مخلوق کی محبت اور کوشش کے اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر یہ بھول بیٹھے تو فرقہ "جبریہ" میں شامل ہو جاؤ گے۔ لیکن یہ عقیدہ ضروری ہے کہ کوئی کام قدرتِ خداوندی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ورنہ خدا کو بھول کر مخلوق کو پوجنے لگو گے۔ یہ سمجھنا کہ بندہ خدا کے بغیر خود ہی اپنے ارادے اور فعل کا مالک و مختار ہے، کفر ہے اور فرقہ "قدریہ" میں شمولیت پر دال ہے۔ درست عقیدہ یہ ہے کہ افعال کا خالق اللہ ہے اور انھیں انجام دینے والے بندے ہیں جیسا کہ عذاب وثواب کے سلسلے میں بیان ہونے والی حدیث سے واضح ہے۔ پس، احکامِ خداوندی کی تعمیل ضروری ہے۔

اپنے حصے کو مخلوق سے علیٰحدہ سمجھو، حکمِ الٰہی بجالاؤ۔ کسی معاملے میں خود حکمران نہ بن بیٹھنا کیونکہ حاکمیتِ اصلی اللہ تعالےٰ کی ہے کیونکہ مخلوق میں تمہاری شمولیت مقدر ہو چکی ہے اور مقدر کی تاریکی میں کتاب وسنت کی روشنی لیکر داخل ہونا ضروری ہے۔ اس پر پوری طرح عمل کرنا۔ اگر تمھارے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو یا الہام راہ پالے تو دیکھ لو کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں، اگر زنا کرنے، سود لینے، فاسق فاجر لوگوں سے تعلقات استوار کرنے اور اسی قسم کی دوسری تمنائیں دل میں جنم لیں تو چونکہ یہ سب کام حرام ہیں اسلئے ان سے بچو۔ اس قسم کے وسوسے، شیطان دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ انھیں دل ودماغ سے نکال پھینکو اور کسی صورت ان پر عمل نہ کرو، اور جن باتوں کو قرآن وسنت نے مباح قرار دیا ہے مثلاً کھانا پینا، پہننا، نکاح کرنا وغیرہ تو ان سے بھی احتراز کر! کیونکہ حقیقتاً یہ بھی نفس کی خواہشیں ہیں اور تمہیں نفس اور اسکی خواہشوں کی مخالفت

کرنی ہے۔

اور اگر ایسی بات کیطرف اشارہ ہو جسے قرآن و سنت نے حرام یا مباح قرار نہیں دیا بلکہ تم اس کو سمجھتے ہی نہیں ہو مثلاً یہ کہ کسی خاص جگہ جاکر کسی خاص آدمی سے ملنا جبکہ خدا تعالیٰ سے حاصل کردہ علم و معرفت کے حساب سے تمہیں وہاں جاکر کسی مردِ صالح سے ملاقات کی ضرورت نہیں ہے تو اس سلسلے میں جلدی نہ کرو، توقف کرو، دل میں سوچو کہ کیا یہ خدا کی طرف سے الہام ہے۔ انتظار کرو، اگر حکمِ الٰہی ہوا تو وہی الہام بار بار ہوگا۔ تمھیں اس پر عمل کا حکم دیا جائیگا یا کوئی ایسی نشانی ظاہر ہو گی جو عالم باللہ انسانوں پر ظاہر ہوا کرتی ہے ۔۔ اور صاحبانِ قوت و ادراک اولیاء و ابدال پر کھلتی ہے اس لیے ایسے کام میں جلدی نہ کرو کیونکہ اس کا مقصد، انجام، خدا کی مرضی کا تمہیں علم نہیں اور یہ بھی پتا نہیں کہ اس میں فتنہ، ہلاکت، مکر یا امتحان کیا چیز کار فرما ہے چنانچہ اس وقت تک صبر سے کام لو جب اللہ تعالیٰ خود ہی فاعل ہو جائے۔ جب صرف "فعل حق" کی کیفیت باقی رہ جائے گی اور تمہیں "تائیدِ حق" مل جائے گی، ایسے میں اگر کوئی فتنہ پیش بھی آئے تو اس کے شر سے تمھیں محفوظ کر دیا جائے گا کیونکہ خداوند کریم اپنی مشیت پر تمہاری پکڑ نہیں کرے گا۔ بندے کو عذاب اسی صورت میں دیا جاتا ہے جب وہ خدائی کاموں میں دخل دے۔ اگر تم ولایت کی رفعتوں کے خواہشمند ہو تو مخالفتِ نفس کو شعار کر لو اور اوامر کی پیروی میں اپنے آپ کو ڈھال لو۔ یہ پیروی دو طرح سے ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ دنیا کے مال سے خورد و نوش کے لیے صرف بقدرِ کفایت لیا جائے۔ نفس کی لذتوں سے بچیں اور اپنے ظاہر اور باطن کو گناہوں سے بچائیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے آپ کو باطنی امر پر مامور کر لیں، یہی وہ امر ہے جس سے شریعت نے نہ تو منع کیا ہے نہ اسے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہی امر اس مباح میں بھی ہے جس کی نہ سخت ممانعت ہے، نہ وہ واجب ہے بلکہ

مہملات میں سے ہے۔ اس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے اسطرح اسے مباح کہتے ہیں لیکن اسمیں کوئی شخص ترمیم و تنسیخ کا اختیار نہیں رکھتا جب آدمی کے سب کام اللہ کی طرف سے ہونگے۔ جس کام کا حکم شرع میں ہے وہ اس کے مطابق اور جس کا حکم شریعت میں نہیں وہ باطنی امر سے انجام دے گا، وہ آدمی اہلِ حقیقت میں سے ہو جائیگا اور جس کام میں امر باطن نہیں، وہ خالص فعل الٰہی تقدیر محض اور حالت تسلیم ہے۔ اگر بندہ "حق الحق" کی منزل میں ہے جو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کی حالت ہے تو وہ ابدال ہے۔ ابدالوں کے دل خدا تعالےٰ کے لئے شکستہ ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ موحد ہیں، عارف ہیں، علم و عقل کے مالک ہیں، امرا کے سرخیل ہیں۔ خلقت کے نگہبان اور خدا کے نائب اور دوست ہیں علیہم السلام۔

اس حالت میں امر کی اتباع یہی ہے کہ بندہ خود اپنی ذات کی نفی کر دے، اپنے حول و قوت سے بیزار ہو جائے اور دنیا و آخرت کی کسی چیز کا خواہشمند نہ رہے۔ پھر تم ملک کا غلام نہیں، مالک الملک کے بندے بن جاؤ گے خواہشات کے نہیں، امر حق کے غلام ہو گئے اور ہر طرح تمھارا معاملہ اس طرح خداوند تعالےٰ کے سپرد ہو جائیگا جیسے شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھوں میں، نہلایا ہوا مردہ غسّال کے ہاتھوں میں یا بے ہوش مریض طبیب کے روبرو ہوتا ہے اس طرح تم اوامر و نواہی کی پیروی کے علاوہ دیگر تمام امور سے ہر طرح بے تعلق ہو جاؤ گے۔

مقالہ ۱۱ — صبر و شکر کی فضیلت

حضرت قطب ربانی غوث صمدانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عسرت و نادانی کی کیفیت میں تمھارے دل میں نکاح کی خواہش پیدا ہو اور تم اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل بھی نہ ہو تو خداوند کریم سے خوش حالی کی دعا کرو۔ اسی کی قدرت نے انسان کے اندر یہ خواہش پیدا کی ہے، وہی رب تعالیٰ یا تو اس کے اسباب پیدا کریگا یا تمھاری اس خواہش کو ختم کر دیگا۔ اسی کی طرف

توجہ مبذول رکھو گے تو تمھیں اس کے لیے نہ دنیا میں مشقت اٹھانی پڑے گی، نہ آخرت میں تکلیف ہوگی۔ یہ انعام صرف صبر و شکر کے بدلے میں تمہیں ملیگا جو ہر طرح اطمینان بخش ہوگا اور تمھیں گناہ سے بچنے کی صلاحیت و قوت عطا کی جائے گی۔ اگر وہ شے تمھاری قسمت میں ہوگی تو تمہیں بابرکت اور کفایت کرنیوالا حصہ ملے گا اور تمہارے صبر کو شکر کی حیثیت میں بدل دیا جائیگا کیونکہ اللہ کریم نے شاکروں کو زیادہ عطا فرمانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اگر تم شاکر رہو گے تو ہم زیادہ عطا کریں گے اور اگر ناشکر گذاری کا ثبوت دیا تو ہم تمھیں نہایت شدید عذاب میں ڈال دیں گے۔" اگر وہ چیز تمہاری قسمت میں نہ ہوئی تو تمہارے دل سے اس کا خیال مٹا دیا جائے گا، نفس اسے چاہے یا نہ چاہے۔ پس تمہارے لیے لازم ہے کہ ہر حال میں صابر رہو، خواہشات نفس کی مخالفت میں کمر بستہ رہو اور شریعت کے احکام پر پوری طرح کاربند رہتے ہوئے قضا و قدر پر راضی ہو جاؤ اور خدائے رحیم و کریم کا فضل و کرم چاہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔"

مقالہ ۱۲ محبت ___ نعمت سے یا منعم سے

حضرت غوث الورٰی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تمھیں مال عطا کیا جائے تو اگر تم اس مال کی نیرنگیوں میں کھُب کر اطاعتِ خداوندی سے منہ پھیر لو گے تو قربِ الٰہی کی دولت تم سے چھن جائے گی اور دنیا و آخرت میں شرمندگی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ عین ممکن ہے، دولت و ثروت ہی تم سے چھین لی جائے، تمھاری حالت بدل کر تمہیں کنگلا کر دیا جائے کیونکہ مال دینے والے کے بجائے مال کی محبت میں مبتلا ہونے کی یہی سزا ہے لیکن اگر تم باثروت ہوتے ہوئے بھی اطاعت الٰہی میں مگن رہے تو یہ دولت تمہارے لئے اللہ کیطرف سے ہبہ کر دی جائے گی اور اس میں ذرّہ برابر کمی نہ ہوگی۔ تم مولا کے خادم ہو گے تو

دولت تمھاری خادم ہوگی۔ اس حیثیت میں نعمتوں سے مستفید ہوتے ہوئے فراغت سے زندگی بسر کروگے اور آخرت میں بھی خوشحالی اور مکرمت کیساتھ صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیّت سے سرفراز کیے جاؤگے۔

مقالہ ۱۳ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب

حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر نعمت تمھاری قسمت میں ہے تو اس کی خواہش کرنے یا نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ نعمت ضرور ملے گی بعینہٖ اگر مصیبت و مضرت مقدر میں ہے تو اسے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دعا کرنا کہ یہ بلا جلد رفع ہو یا صبر کرنا یا خدا کی مرضی کا بہانہ کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا، مصیبت اگر رہے گی چنانچہ فاعلِ حقیقی، (خدا تعالیٰ)، کے فعل کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے ہی میں عافیت ہے۔ اگر اس کی طرف سے نعمت ملی ہے تو شکر کرو، اگر مصیبت اور بلا آئی ہو تو صبر کا دامن تھام لو۔ صبر خدا کی رضا کے لیے ہو تو بہتر ہے ورنہ تکلّف سے صبر کا دامن لو... خوشنودیٔ حق تعالیٰ کے لیے مصیبت کو بھی نعمت سمجھو، اور بحرِ تسلیم و رضا میں غرق ہوجاؤ، اس عمل کے نتیجے میں تمھیں خدا کی اطاعت اور موالات کے راستوں اور منزلوں کی سیر کرائی جائے گی۔ اور تمھیں صدیقین، شہدا۔ اور صالحین کے خاص مقامات پر فائز کر دیا جائے گا تاکہ جو لوگ تم سے پہلے قربِ خداوندی کی نعمتوں سے فیضیاب ہوچکے ہیں، ان کا مشاہدہ کرسکو۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھیں ذکر کے باعث کرامتیں، نعمتیں، امن اور مسرّت مل چکی ہے۔

مصیبتوں اور بلاؤں کا دعاؤں سے یا بے صبری کے ذریعے راستہ روکنے کی کوشش کبھی نہ کرنا، انھیں اپنے قریب آنے دو۔ جب وہ تم پر آجائیں تو ہرگز واویلا نہ کرو کیونکہ یہ مصائب دوزخ کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ خلق کے برگزیدہ ترین اور بہترین زمین جن کے قدموں تلے بچھی ہے اور آسمان

سایہ افگن ہے یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں فرمایا "نارِ جہنم مومن سے مخاطب ہو گی کہ اے صاحب ایمان! جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے"، مومن کا نور جس سے جہنم کے شعلے سرد ہوتے ہیں، کیا وہی نہیں جو دنیا میں اس کے ساتھ تھا۔ یہی نور تابع فرمان اور گنہگاروں میں فرق کرتا ہے، یہی نور دنیا کے مصائب و مشکلات کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ اس نور کی معیت میں تمھیں لازماً اپنے صبر اور خالق کی رضا جوئی کی ٹھنڈک نصیب ہوگی اور بلاؤں کی حدّت مکمّل طور پر ختم ہو جائے گی۔ مصائب بندے کو خدا کے قرب کی نعمتوں سے نوازتے ہیں اس لئے اگر مصیبتیں یا بلائیں آئیں تو سمجھو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کیلئے نہیں ہیں بلکہ اس امر میں تمھاری آزمائش اور ایمان کی صحت و تکمیل ہے۔ یوں تمھیں ایقان کی پختہ اساس میسّر ہوگی اور تمھارے لیے یہ آزمائش خوشخبری لائے گی کہ اللہ کریم کو تمہارے صبرِ و استقامت کے مظاہرے پر خوشی بھی ہے اور فخر بھی۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے: "بے شک ہم تمھیں آزمائش میں اسی خاطر ڈالتے ہیں کہ تم جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والوں کی پہچان ہو جائے۔ اور تمھارے اعمال و کردار کا امتحان ہو"۔ چنانچہ تمھارا محکم ایمان اور پختہ یقین یہی ہے کہ تم نے خدا کے فعل کی متابعت کی۔ یقین رکھو کہ یہ توفیق بھی خدا ہی کی عطا اور اس کے احسان سے ہے۔ لہذا تمھارے لیے ضروری ہے کہ قضا و قدر کو صبر و استقامت کے ساتھ تسلیم کرو اور ہر ایسی نئی بات سے احتراز کرو جو اوامر و نواہی سے خارج کرنے والی ہو اور خدا کے ہر حکم کو خوشدلی سے سنو اور اسے قبول کرنے کے لیے مستعدی سے متحرک ہو جاؤ۔ اسے سُن کر سوچتے ہی نہ رہو۔

تقدیر کے افعال کو صرف مان لینا ہی کافی نہیں، اسکی تعمیل میں تعجیل اور محنت سے کام لو تاکہ حکمِ خداوندی کی تعمیل باحسن طریق ہو سکے۔ اگر کسی حکم کی

تعمیل نہ ہو سکے، اس کی تکمیل سے اپنے آپ کو عاجز پاؤ تو خدا تعالٰے سے پناہ کی التجا کرو، روؤ، گڑگڑاؤ اور خدا سے معافی چاہو۔ اسکے ساتھ ساتھ وہ سبب ڈھونڈو جس کے باعث تم اطاعت و تعمیل میں ناکام رہنے کے باعث اس سعادت سے محروم رہے۔ شاید اس کی وجہ تمہارا تکبر، عبادت میں کوئی بے ادبی گھمنڈ اور غرور، اپنی صلاحیت پر بھروسہ کرنا اور خدا کے ساتھ اپنے نفس یا مخلوق میں سے کسی کو شریک کرنا ہو اور درِ الٰہی سے دور کر دیا گیا ہو اور اس کی بندگی اور اطاعت سے معزول کر دیا گیا ہو۔ اس طرح وہ تم سے ناراض ہو اور غصے میں ہو اور تمہیں دوست نہ رہنے دیا ہو اور تمہیں حرص و ہوا میں مصروف کر دیا ہو، تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ سب چیزیں تمہارے پیدا کرنے، مرتب کرنے اور دنیا کے سامان کا مالک بنا دینے والے رب کریم سے دور رکھنے اور اس کی نگاہِ رحمت سے گرا دینے والی ہیں، ان حرکتوں سے بچو، ایسا نہ ہو کہ خدا کے سوا کسی اور (غیر اللہ) کی طرف راغب ہو جاؤ۔ خدا کے سوا ہر چیز غیر مولے ہے اس لئے ہر غیر مولے کی طرف توجہ نہ دو۔ اور غیر اللہ سے قرب کی وجہ سے اللہ کے احکام سے غافل ہونا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ایسی آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ کفار کے لیے تیار کی گئی اس آگ میں جھونک دیئے جانے سے ڈرو۔ پھر تم معذرت کرو گے، فریاد کرو گے، رضائے الٰہی کے طالب ہو گے تو اس میں کامیاب نہ ہو سکو گے اور چاہو گے کہ دنیا میں دوبارہ آ کر ایمان و اعمال کے حوالے سے اپنی غلطیوں کا تدارک کر سکو تو اس کی اجازت نہ ہو گی۔ پس اپنے آپ پر رحم کرو اور عقل و علم اور ایقان و معرفت کو حق تعالٰی کی اطاعت و رضا کے لیے استعمال کرو اور اگر مقدرات کی تاریکیوں کو دور کرنا چاہو تو خدا تعالٰی سے انہی انوار سے روشنی مانگو۔ جس کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، کرو اور جس سے روکا گیا ہے اسے مت کرو اور اوامر و نواہی کے سوا ہر کام کو اپنے خالق و پروردگار کے سپرد کر دو۔ خالق نے تمہیں مٹی سے بنایا، تمہاری پرورش فرمائی اور نطفے کے ذریعے تمہیں انسانی شکل دی

اس لیے جان لو کہ اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کفر ہے۔ جن امور سے منع کیا گیا ہے، ان کے علاوہ کسی کو مکروہ نہ سمجھو اور دُنیا و آخرت میں امرِ حق ہی کو کافی جانو، اور نواہی کو ہر جگہ بُرا سمجھو۔ تمھاری ہر مراد حکمِ الٰہی کے تابع ہونی چاہیئے اور خدا نے جس کو مکروہ کہا اس سے کراہت ضروری ہے۔

جب تم خداوند تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو تمام کائنات تمھارے حکم پر چلے گی۔ جب تم خدا کی منع کردہ چیزوں اور کاموں کو بُرا سمجھو گے تو جہاں بھی رہو گے، کوئی غم دکھ تمھارے قریب نہ آئیگا۔ اللہ کریم نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے بنی نوعِ انسان! میں اللہ ہوں اور اکیلا معبود ہوں۔ میں کہتا ہوں "ہوجا" تو ہو جاتا ہے تو میری فرماں برداری کر، تاکہ میں تجھے بھی ایسا بنا دوں کہ تو کہے "ہوجا" تو ہو جایا کرے۔ نیز فرمایا: "اے دنیا! جو آدمی میری خدمت اور اطاعت کرے تو اُسکی خدمت و اطاعت میں مصروف ہو اور جو آدمی تیری خدمت کرے اسے مصیبتوں کی نذر کر دے۔" اور خدا جس چیز سے منع کر دے تو تم یوں بن جاؤ جیسے تمھارے جوڑ ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ تم بے حواس، تنگدل اور مُردے کی طرح ہو جاؤ۔ یوں جیسے تمھاری کوئی خواہش ہی نہ ہو اور بشریت کی علامات ہی معدوم و مفقود ہوں اور شہوانی خواہشات غائب۔ گھر پراندھیرا پرفشاں ہو، دیواریں گر پڑیں اور چھت گر پڑنے سے گھر تباہ و برباد ہو گیا ہو۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو گئی ہوں اور کان بہرے ہوں۔ یوں لگے جیسے تمہیں پیدا ہی اس صورت میں کیا گیا ہو کہ آنکھوں پر پردہ ہو یا آنکھیں خراب اور بینائی زائل ہو، ہونٹ پھوڑا، زبان گنگ، دانت میں درد، ہاتھ شل اور بے جان، قدموں میں لڑکھڑاہٹ اور قوتِ مردانگی ختم ہو۔ پیٹ ایسا ہو جیسے بھرا ہوا ہے، کھانے کی خواہش ہی نہیں۔ جنون کی کیفیت ہے اور جسم یوں ہے جیسے اسے قبر کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔

اوامر میں عجلت اور نواہی میں کاہلی اور عاجزی بہتر ہے اور اپنے آپ کو

مزدہ تصور کرنا اچھا ہے۔ قضا و قدر کے آگے اپنی ہستی کو نیستی سمجھو، یہی شربت پینے کے قابل ہے اور یہی دعا علاج کے لائق ہے، یہی غذا ہے جس سے توانائی اور قوت مل سکتی ہے۔ اسی صورت میں خواہشاتِ نفسانی اور امراضِ معصیت سے تندرستی ممکن ہے۔

مقالہ ۱۴

واصلانِ حق کی کیفیت

حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نفس کے بندو! تم ان لوگوں کا مقابلہ نہ کرو جو صاحبانِ حال ہیں اور حق کے ساتھ واصل ہیں۔ کیونکہ تم اپنی خواہش کا اور وہ خداوند تعالےٰ کے غلام ہیں۔ تمہاری نگاہیں دنیا پر لگی ہوئی ہیں اور انہیں آخرت کی رغبت ہے تو دنیا کی طرف نگراں ہے اور وہ ارض و سما کے رب کی طرف دیکھتے ہیں تو مخلوق سے آرام کا طالب ہے، وہ حق تعالیٰ سے۔ تیرا دل اہلِ زمین سے لگا ہوا ہے اور ان کے قلوب رب العرش سے جڑے ہوئے ہیں۔ تم جس چیز کی طرف دیکھتے ہو، اسی کا شکار ہو جاتے ہو۔ واصلانِ حق وہ ہیں جو اپنے دیکھنے والوں کیطرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ہر چیز کے خالق کی طرف دیکھتے ہیں جو بظاہر دکھائی نہیں دیتا۔ انہوں نے تو رہائی پالی اور نجات حاصل کرلی اور تم خواہشاتِ نفسانی کے قیدی ہو کر رہ گئے ہو۔ انھوں نے خواہشوں، ارادوں، مرادوں اور خلقت کے پھندوں سے رہائی پالی اور قرب خداوندی سے فیضیاب ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان پر منتہائے مقصود واضح کر دیا جو محض خدا کی اطاعت اور حمد و ثنا ہے۔ اور اس امر سے آگاہی اسی کو ہوتی ہے جس پر خدا کا فضل خاص ہو۔ انھوں نے حمدِ باری تعالیٰ اور اطاعت خداوندی کو واجب سمجھا اور اسی کی توفیق سے کسی تکلیف اور مشقت کے بغیر اس میں مصروف رہے۔ اطاعتِ باری تعالیٰ ان کی غذا بن گئی اور ایسی نعمت و راحت کی صورت اختیار کر گئی گویا وہ بہشت کے باسی ہیں کیونکہ وہ چیز کو دیکھنے سے پہلے اسکے خالق

کے فعل کو دیکھ لیتے ہیں۔

ایسے واصلانِ حق ہی کے دم سے زمین و آسمان قائم ہیں اور زندوں کو قرار اور مُردوں کو آرام انہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشِ زمین کے قیام کے لیے انہیں میخ کی حیثیت دی ہے۔ ایسے صاحبانِ حال میں سے ہر ایک پہاڑ کیطرح اپنے مقام پر قائم ہے۔ تم ان لوگوں کی راہوں میں مزاحم نہ ہو بلکہ ایک طرف ہٹ جاؤ۔ کیونکہ ان کی راہوں میں تو ان کے اسلاف و اخلاف بھی رکاوٹ نہ بن سکے۔ یہ ایسے حضرات ہیں کہ انھیں سب لوگوں پر فوقیت دی گئی ہے۔ رب کریم نے ان کو پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا ہے اور جب تک ارض و سما قائم ہیں، ان پر خدا کی رحمتیں، برکتیں اور سلام پہنچتا رہے گا۔

مقالہ ۱۵ خدا سے رشتہ جوڑنے والے

حضرت شیخ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد سے مشابہ کسی جگہ پر ہوں۔ وہاں کچھ ایسے آدمی اکٹھے ہیں جو دنیا اور اہلِ دنیا سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا، اگر فلاں صالح بزرگ ہوتا تو انھیں شریعت کے آداب سکھاتا اور ہدایت کرتا۔ وہ لوگ میرے اردگرد اکھٹے ہو گئے اور ان میں سے ایک نے مجھے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں؟ ہم سے گفتگو کیوں نہیں فرماتے؛ میں نے کہا اگر تمھاری خواہش یہی ہے تو یہی سہی، پھر میں نے ان سے کہا کہ جب تم مخلوق سے رشتہ توڑ کر خدا سے رشتہ جوڑ چکے ہو تو پھر چاہیئے کہ زبان بند رکھو اور کسی سے بھی کسی طرح کا سوال نہ کرو۔ جب اس پر عامل ہو جاؤ تو دل میں بھی کسی شے کا تصوّر نہ آنے دو۔ اسلیے کہ دل کی خواہش اور زبان سے مانگنے میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ چیزوں میں تغیر و تبدل کرنے اور بنانے بگاڑنے اور عزت بخشنے اور ذلت دینے میں خدا تعالےٰ کی ہر روز نئی شان ہوتی ہے۔ وہ کسی گروہ کو علیین کے مقام تک رفعت بخشتا ہے اور کسی کو اسفل السافلین میں گرا دیتا

ہے ۔ پہلا طبقہ چاہتا ہے کہ اسے اسی مقام رفیع پر رکھتے ہوئے اسکی حفاظت کی جائے جبکہ دوسرا طبقہ اس بات سے خوف زدہ رہتا ہے کہ کہیں ہمیشہ پستی کی انہی گہرائیوں میں نہ رہنا پڑے اور ان کی خواہش رہتی ہے کہ کاش ہمیں بھی مقامِ رفعت نصیب ہو۔ پھر میں بیدار ہو گیا۔

مقالہ ۱۶ کائناتِ عالم پر متصرّف کون؟

حضرت غوثِ اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: تم نے مخلوق پر اور دوسرے اسباب ووسائل پر بھروسہ کیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور کسی واسطے کے بغیر اسکی نعمتوں کے حصول سے محروم ہو گئے ہو۔ تم نے رزقِ حلال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کرنے کو چھوڑ دیا ہے اس لیے مخلوق تمہارے درمیان حجاب بن گئی ہے چنانچہ جب تک تم لوگوں کی بخشش اور ان کے دروازوں پر جود وسخا کی خیرات لینے کی کیفیت میں رہو گے، تمہارا شمار مشرکین میں ہوگا اور تمھیں اس کی سزا ملے گی کہ تم نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے حلال روزی کیوں نہ لی کہ یہ تم پر واجب تھا۔ اس شرک کی وجہ سے اللہ تعالےٰ تمھیں عذاب میں مبتلا کر دیگا۔ پھر اگر تم مخلوق کے ساتھ تعلق کو قطع کر لو اور شرک سے توبہ کرتے ہوئے کسب کی طرف کوشاں ہو جاؤ، اپنی محنت اور جسمانی و دماغی قوتوں کے استعمال سے رزق حاصل کرو اور فضل خداوندی کو بھول جاؤ تو پھر بھی مشرک ہی کہلاؤ گے بس اتنا ہے کہ یہ شرک پہلے سے خفی ہوگا۔ اس حرکت پر بھی سزا کے مستوجب قرار دیئے جاؤ گے اور خدا کے فضل اور بلا واسطہ نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ پھر اگر اس شرکِ خفی سے بھی توبہ کر لو اور صرف محنت و صلاحیت پر اعتماد کرنے کے بجائے یقین کر لو کہ خدا تعالیٰ ہی حقیقی رازق ہے، وہی مسبب الاسباب اور توفیق کسب عطا کرنے والا ہے اور رزق ہمیشہ اسی کے دستِ قدرت میں رہتا ہے، اگر ہر

طرف سے کٹ کر اور پلٹ کر اپنی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کو خداتعالیٰ کے حضور لے آؤ گے اور اسی سے ہر امید وابستہ کر دو گے، اس وقت خدا اپنے فضل کے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ نہ رہنے دیگا اور تمہاری ضرورت کے مطابق بلکہ تمہاری طلب اور امید سے بھی زاید تم کو اس طرح سے رزق عطا کریگا کہ تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک طبیب کا عمل جو مریض پر مہربان بھی ہو اور اس کا دوست بھی۔ اور یہ فقط اللہ کا فضل ہے کہ وہ تمھیں اپنے سوا کسی کی توجہ کا محتاج نہ کرے اور یہ تمہارے اس کے فضل پر خوش ہونے کے باعث ہے۔ پھر جب تمھارے دل میں ارادۂ الٰہی کے سوا کسی چیز کی رغبت اور خواہش نہ رہے تو جب خدا چاہے گا تمہاری قسمت کا حصہ تمہیں عطا فرما دیگا۔ یہ تمھیں ضرور ملیگا اور تمھارے علاوہ اس میں کسی دوسرے کو کچھ نہ ملے گا۔ خداوندتعالیٰ اس کی خواہش تمھارے دل میں پیدا کر دے گا اور جب ضرورت ہوگی وہ تمھیں مل جائے گا۔ پھر وہی تمھیں اس کی توفیق بھی دیگا کہ اس عطا پر اس کا شکر ادا کر سکو، تمھارے دل پر یہ حقیقت ظاہر کر دی جائے گی کہ یہ سب کچھ خداتعالیٰ نے دیا ہے اور وہی دینے والا ہے۔ پھر تمھیں اسکی معرفت نصیب ہو جائے گی۔

اس کے بعد تمھیں مخلوق سے مزید دور کر دیا جائیگا، تمھارے باطن میں صرف اللہ رہ جائیگا۔ پھر تمھارا یقین قوی ہوگا، سینہ کھل جائیگا، دل منور ہوگا اور جب ان کیفیتوں کے ساتھ تم خداتعالےٰ کا بہت زیادہ قرب پالو گے تو تمھیں خدائی اسرار اور امانت کی حفاظت کے باعث بارگاہِ خداوندی میں تمھیں مزید عزت ملے گی، پھر تمھیں یہ جتا دیا جائیگا کہ بزرگی اور کرامت کے باعث تمھارا خاص حصہ تمھیں کب ملے گا۔ خداوندتعالےٰ نے فرمایا: ہم نے اپنے احکام کی ہدایت کرنے والوں میں سے پیشوا بنائے جنھوں نے ہماری آیتوں پر یقین کیا اور صبر سے کام لیا۔ پھر فرمایا: جو لوگ ہمارے رستے میں ریاضت اور مجاہدے

سے کام لیتے ہیں، ہم انھیں اپنی راہ کی ہدایت کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو۔ ایک اور جگہ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے۔

جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے تو تمھیں ظاہری اجازت دے کر کائناتِ عالم میں تصرّف کرنے کی قوت عطا ہو گی، اس میں کسی شک شبے کا تصور نہیں آفتاب کی طرح روشن دلیل، دلآویز کلام جو سب لذائذ سے زیادہ لذیذ ہو، بلا شک و شبہ سچا الہام جو تمام نفسانی خطروں اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے بنی آدم! میں جس چیز کو "ہونے" کا حکم دیتا ہوں، وہ ہو جاتی ہے۔ جب تم میرے فرمانبردار و تابع بن جاؤ گے تو تمھیں بھی ایسا ہی بنا دوں گا کہ تم بھی جس شئے کو کہو گے: "ہو جا" ہو جائے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء و اولیاء اور خاص بندوں کو اس نعمت سے نوازا ہے۔

مقالہ ۱۷ — اللہ تک رسائی کا طریقہ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا: اللہ تک تمہاری رسائی اور قربِ الٰہی کی منزل پانا محض اسی کی توفیق سے ہے۔ خدا تک رسائی کا مطلب یہ ہے کہ تم مخلوق کے علائق، خواہشاتِ نفسانی اور اپنے ارادے کی قید سے آزاد ہو کر اپنی ہستی کو افعالِ خداوندی کے ماتحت کر لو، یہاں تک کہ تمھاری کوئی حرکت اور کوئی فعل اسکے فعل اور ارادے سے الگ نہ ہو اور فنائیت کی یہی منزل خدا تک رسائی ہے لیکن نعوذ باللہ خدا تک رسائی کسی طرح بھی دنیا والوں تک رسائی کے مماثل نہیں ہے کیونکہ کائنات کی کوئی شے خدا کی مثل نہیں۔ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے اور وہ اس بات سے برتر ہے کہ اس صانعِ حقیقی اور خالق و مالک کو اسی کی کسی صنعت اور اسکی کسی تخلیق یا ملکیت سے تشبیہ دی جائے۔ پس وصول الی اللہ کا مفہوم صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جو اس منزل پر فائز ہوں جنھیں اس مقام

تک رسائی نہیں اور اتنا قرب انھیں نصیب نہیں ہوا، وہ اسکی باطنی کیفیات اور روحانی واردات کا اندازہ نہیں کر سکتے اور جو لوگ خدا تک رسائی کی منزل پر پہنچ گئے ہیں وہ قرب الٰہی کے رتبے میں ایک دوسرے سے مختلف درجوں میں ہیں۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کے ساتھ خداوند کریم کے معاملات جداگانہ ہیں کہ کسی ایک کے راز خدا کے سوا دوسرا نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ عالم روحانیت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرید کے رموز سے اسکے شیخ کو اطلاع نہیں ہوتی اور شیخ کے اسرار سے مرید واقف نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ باطنی ارتقاء کے اعتبار سے مقام شیخ کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے۔

مرید جب شیخ کی حالت و کیفیت اور اسکے مقامات تک رسائی حاصل کرلے تو خدا تعالیٰ اسے شیخ سے جدا کر لیتا ہے اور اسے اپنی ولایت میں لے کر سب مخلوق سے الگ کر لیتا ہے۔ شیخ کی کیفیت وہ ہو جاتی ہے جو دودھ پلانے والی دایہ کی دو سال کے بعد دودھ چھڑانے پر ہو جاتی ہے۔ جب خواہش اور ارادہ شکست نہ ہو جائیں، اس مقصد کے لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب خواہشات، اور ارادے زائل ہو جائیں تو مخلوق میں سے کسی کی حاجت نہیں رہتی۔ جب مرید کھوٹ اور نقصان سے ماورا ہو گیا تو حق تک رسا ہو گیا جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ پھر وہ خدا کے سوا ہر چیز سے ہمیشہ کے لیے مامون ہو گیا۔ پھر اسے سود و زیاں، عطا و منع اور خوف و امید کے عالم میں خدا کے سوا کوئی ہستی نظر نہیں آئے گی۔ اس طرح جب یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کریم ہی سے مغفرت کی امید ہے اور اسی سے ڈرنا چاہیئے تو پھر تم ہمیشہ اسی کے فعل پر نگاہ رکھو، اس کے حکم کو دیکھو اور اس کی اطاعت میں مصروف رہو اور دنیا و آخرت کی مخلوق سے بے تعلق ہو جاؤ۔ تمام خلقت کو اس آدمی کی طرح عاجز سمجھو جسے ایک عظیم سلطنت سخت حکم اور رعب و دبدبہ والا بادشاہ گرفتار کر کے اس کی گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا دے، پھر اسے درخت کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دے اور وہ

درخت ایک مواج، پچوڑے، گہرے اور تیز دریا کے کنارے واقع ہو۔ پھر بادشاہ ایسے تخت پر بیٹھ جائے جو بہت بڑا اور اونچا ہو، اور اس تک پہنچنا بہت مشکل ہو۔ بادشاہ کے پہلو میں تیر، نیزے، کمانیں بڑی تعداد میں پڑی ہوں جن کی تعداد صرف بادشاہ ہی جانتا ہو۔ بادشاہ پھانسی پر لٹکے ہوئے شخص پر جس ہتھیار کو چاہے، پھینک مارے۔ ایسے میں کیا کوئی آدمی ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اس حال کو دیکھے اور بادشاہ سے منہ موڑ لے، اس سے نہ ڈرے، اور نہ اُمید رکھے بلکہ سُولی چڑھے ہوئے آدمی سے ڈرے اور اسی سے امید رکھے۔ کیا یہ خیال رکھنے والا فاترالعقل، دیوانہ، حیوان اور انسانیت سے خارج نہیں کہلائے گا۔ خداتعالےٰ ہمیں بینائی کے بعد کور چشمی سے، وصل کے بعد فراق سے، قُرب کے بعد بُعد سے، ہدایت کے بعد گمراہی اور ضلالت سے اور ایمان کے بعد کفر سے بچائے۔

چنانچہ دنیا، جیسا کہ بیان ہو چکا، ایک بہتے دریا کی طرح ہے کہ ہر روز اس کا پانی بڑھتا رہے اور یہ دنیا میں ملنے والی لذتوں، شہوات اور خواہشوں کی کثرت ہے اور مختلف قسم کے تیر، نیزے اور دوسرے ہتھیار، وہ بلائیں ہیں جو مقدر سے پہنچتی ہیں اور جن کے باعث بنی نوع انسان پر آفتیں بلائیں، سختیاں اور تاریکیاں چھا جاتی ہیں اور کچھ لذت و راحت ملے بھی تو مصیبتوں سے لبریز ملتی ہے۔ چنانچہ مومن کی عقلمندی اسی سے مترشح ہوتی ہے کہ دنیوی لذتوں اور عیش و آرام کے بجائے آخرت کو پسند کرے۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ فرماتے ہیں: "آخرت کے آرام کے مقابلے میں کوئی عیش نہیں۔" اور یہ خاص مومن کے لیے ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا: "دنیا اہل ایمان کے لیے قید خانہ ہے اور اہلِ کفر کے لئے جنت۔" ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ پرہیز گاروں کے منہ میں لگام دی گئی ہے۔

ان احادیث و مشاہدات کے پیش نظر دنیا کی اچھی زندگی کی خواہش کون کر سکتا ہے۔ کیونکہ حقیقی مسرت اور دائمی راحت اسی میں ہے کہ انسان خلقت سے بچ کر خدا کے در پر آ جائے، اسی کی اطاعت کرے، اس کے سامنے اپنے

عجز کا مظاہرہ کرے۔ جب تک دنیا کے بندھن سے آزاد نہ ہو جائیگا، خدا کی طرف سے الطاف و انعام، راحت، رحمت اور بہتری حاصل نہ کر سکے گا۔

مقالہ ۱۸ تمہارے لئے اچھا کیا ہے اور بُرا کیا؟

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے وصیت یہ ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف یا ضرر پہنچے تو اس کی کسی اپنے یا بیگانے سے شکایت نہ کرو اور خدا تعالےٰ تم پر کوئی بلا نازل کرے یا اور کوئی سلوک کرے تو اس پر تہمت نہ لگاؤ۔ ضروری ہے کہ صرف خدا کا شکر کرو۔ اگر تم تکلیف میں شکر کو جھوٹ سمجھتے ہو تو یہ حال کی شکایت کرنے کے سچ سے بہتر ہے۔ کوئی شخص اور اس کا کوئی لمحہ خدا کی نعمت سے خالی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی نعمتیں ایسی اور اتنی ہیں — کہ حد و حساب میں نہیں آسکتیں۔ بہت سی ایسی بھی ہیں جن کا تمہیں احساس تک نہیں۔ پس، تمھیں چاہیئے کہ کسی چیز کی طلب کے لیے مخلوق کی طرف نہ دیکھو اور خالق کے سوا کسی اور سے تعلق نہ رکھو اور نہ کسی کو اپنے حالات بتاؤ۔ محبت اسی سے کرو، حاجتیں اسی سے عرض کرو، تکلیف کے ازالے کے لیے اسی طرف رجوع کرو کیونکہ سود و زیاں اسی کی طرف سے ہے، پریشانیاں وہی رفع کر سکتا ہے، عزت و ذلت — اور بلندی و پستی دینے والا وہی ہے، عسرت و ثروت وہی دے سکتا ہے اور حرکت و سکون اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمام واقعات اور عوامل اسی کے حکم اور اجازت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر چیز اسی وقت تک جاری رہتی ہے جس کا تعین وہ کر دے، جس کو خالق و مالک نے مقدم کیا ہے وہ مؤخر نہیں ہو سکتی اور جو مؤخر ہے، اسے کوئی مقدم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی نقصان پہنچے تو وہی اور صرف وہی اسے دور کر سکتا ہے اور اگر خدا تیری بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو رد کرنے

والا کوئی نہیں۔

اور اگر تم اللہ سے طرح طرح کی بے حساب نعمتیں اور عافیتیں حاصل کرنے کے باوجود اپنی کور چشمی کی بدولت خدا سے شکوہ شکایت کرنے لگو تو یہ کفرانِ نعمت ہوگا اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو کم اور حقیر سمجھ کر زیادہ کی خواہش کرنا ہے اور اس کی وجہ سے تم خدائی قہر، غصے اور دشمنی کے مستوجب بن جاؤ گے، موجود نعمتیں بھی تم سے چھن جائیں گی۔ تمھاری شکایت کو سچ اور بلاؤں کو تم پر زیادہ کر دیا جائیگا۔ نگاہِ رحمت تم سے پھر جائے گی، تمھیں چاہیئے کہ اگر قینچی سے تمہارا گوشت ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو بھی شکایت نہ کرو! کوشش کر کے اپنے آپ کو گلہ گزاری سے بچاؤ۔ خدا سے ڈرو اور مسلسل ڈرو۔ جان لو کہ انسانوں پر جو مصائب و آلام نازل ہوتے ہیں، اپنے رب کی شکایت ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پروردگارِ عالم کے گلے کا کیا جواز ہے کیونکہ وہ تو سب مہربانوں، سب حاکموں سے بڑا ہے۔ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے اور رؤف و رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، کبھی ظلم نہیں کرتا۔ وہی بیماریوں کو دُور کرنے والا، شفقت فرمانے والا اور ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ کیا شفیق ماں باپ پر ظلم اور زیادتی کی تہمت لگائی جا سکتی ہے، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندے پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اسلیے بارگاہِ خداوندی کے آداب بجا لاؤ اور طاقت سے بڑھ کر بھی بلائیں نازل ہو جائیں تو بھی صبر سے کام لو۔ رضا و موافقت کی طاقت نہ ہو تو بھی انہیں شعار کیے رکھو۔ اس طرح فنائیت کی منزل پالو گے اور فنا ہونے کے بعد تم کہاں پائے جا سکو گے۔ کیا تم نے خدائے پاک کا ارشاد نہیں سنا کہ "تمہارا طبعی میلان نہ ہونے کے باوجود تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ جس کام کو تم اچھا نہیں سمجھتے، ہو سکتا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور جو چیز تمھیں اچھی لگتی ہے، ممکن ہے وہ تمہارے لیے ضرر کی پیغام بر ہو۔ تمھارا بُرا بھلا خدا تعالیٰ ہی بہتر سمجھتا ہے۔ تمھیں اسکی

کچھ خبر نہیں "۔

خدا نے اشیا کی حقیقت کا علم تم سے چھپا لیا ہے اس لیے کوئی چیز تمہیں اچھی لگے یا نہ لگے، اس کے خلاف نہ کہو اور حالتِ تقویٰ میں شریعت کی پیروی تمہارے لئے ضروری ہے۔ مقامِ ولایت پالو اور اپنی خواہشات چھوڑ چکے ہو تو باطنی اوامر کی پیروی کرو اور معرفت کی راہ میں یہ دوسرا قدم ہے کہ کبھی حد سے نہ بڑھو اور فعلِ خداوندی پر راضی ہونا اور اسکی موافقت میں فنائیت کی منزل پر پہنچنا، غوث، قطب اور صدیق حضرات کا مقام ہے اور یہی طریقت کی انتہا ہے۔ قضا و قدر کی راہ میں نہ آنا چاہیئے اور دل سے تمام خواہشوں کو نکال باہر کرنا اور کبھی شکایت نہ کرنا ضروری ہے۔

یہی کام تمہارے حق میں اچھا ہے، اسی لئے خداوند کریم تمہیں پاکیزہ زندگی اور مسرت و لذت کی دولتوں میں اضافے سے مالا مال کرے گا۔ اگر تمہاری قسمت میں خرابی ہے تو خدا اطاعت کے اس حال میں تمہاری حفاظت کریگا اور مصیبتوں کو تم سے دور کریگا اور تمہیں اس دوران میں اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا۔ یہاں تک کہ مصیبت تم سے دور ہو جائے گی جس طرح رات گزرنے پر دن چڑھتا ہے یا جاڑے کے بعد گرمی کا موسم آتا ہے۔ یہ ساری حالت تمہارے لیے نمونہ ہے، اس سے عبرت حاصل کرو۔ انسان بڑی غلاظتوں اور خطاؤں سے آلودہ ہوتا ہے اور اس حالت میں خدا کے قرب کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب تک معاصی کی نجاستوں اور لغزشوں کی کثافتوں سے پاک نہ ہو اور خواہشاتِ نفس سے چھٹکارا نہ حاصل کرلے، وہ درِ خداوندی تک رسائی نہیں پاسکتا۔ بادشاہ کا قرب اسی کو نصیب ہوسکتا ہے جو اپنے آپ کو ہر غلاظت سے پاک کرلے اور پاکیزگی کو اپنی ذات پر جاری کرلے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ سچ فرمایا آقا و مولیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے۔

مقالہ ۱۹

ایمان و ایقان کی قوت و ضعف

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارا یقین اور ایمان ضعیف ہے، ورنہ اس بات کا تصور ہی نہیں کہ تمھارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ ہو۔ تمہارے ایمان و یقین کو مضبوط کرنے کے لیئے وعدہ پورا کیا جائے گا اور جب یہ تمھارے دل میں قوی ہو جائے گا تو تمھیں اسطرح دعوت دی جائے گی: "بے شک تم آج امانت دار کی حیثیت سے ہمارے پاس ٹھہرو۔" اور جب یہ دعوت تمھیں بار بار ملے تو سمجھ لو کہ تم بندگانِ خاص میں شمار ہونے لگے ہو۔ پھر تمھارے دل سے ہر ارادہ، ہر غرض اور ہر مطلب اس طرح نکل جائے گا جس طرح سوراخ والے برتن میں پانی نہیں ٹھہرتا۔ اس طرح تمہاری قرب کی ہر خواہش پوری ہو جائے گی۔ اور جس منزل کی طرف مائل ہو گے، وہ حاصل ہو جائے گی۔ کوئی ارادہ، کوئی عادت اور دنیا و آخرت کی کسی شے کی خواہش تمہارے قریب نہ آئے گی اور اللہ کے سوا تم ہر چیز سے پاک ہو جاؤ گے۔ تم رضائے الٰہی حاصل کر لو گے اور خدا کے راضی ہونے کا وعدہ پا لو گے۔ تمھیں افعال خداوندی سے لذت و نعمت ملے گی۔ اس وقت تم سے کوئی اطمینان بخش وعدہ کیا جائے گا۔ اگر اس سلسلے میں تمھارا کوئی ارادہ پایا گیا تو وعدے کو اور ارفع کر دیا جائیگا۔

اور جب ہر طرح تمھیں اس وعدے پر اطمینان ہو گیا اور اس سے زیادہ کا کوئی ارادہ تمھارے دل میں دکھائی نہ دیا تو پھر اس وعدے سے مزید اعلیٰ وعدے کی طرف تمھیں لے جایا جائیگا اور یہ ارادہ ختم ہونے کے استغنا کی وجہ سے ہو گا۔ معرفت اور علوم کے در تم پر وا ہو جائیں گے اور امور کی اصلیت، رموز کی حقیقت اور پہلے وعدے سے ارفع و اعلیٰ وعدے کی طرف رجعت کی خفیہ مصالح سے آگاہ کر دیئے جاؤ گے۔ حفاظت حال کے باعث مرتبے میں اضافہ کر دیا جائے گا اور رموز و اسرار کی حفاظت کے

سلسلے میں دیانت و امانت کے باب میں تمھارا رتبہ بڑھ جائے گا پھر تمھارا سینہ کھول دیا جائے گا، دل میں نور، زبان میں فصاحت زیادہ ہو گی اور دوفورِ محبت کی نعمت عطا کی جائیگی اور دنیا و آخرت میں جن و انس کے سوا باقی تمام مخلوقات تم سے محبت کرنے لگے گی اور یہ مقام اس لیے ملے گا کہ تم خدا کے محبوب بن چکے ہو گے۔ مخلوق چونکہ خدا تعالےٰ کی تابع ہے، اس لیے مخلوق کی تم سے محبت خدا سے محبت ہے جسطرح انکی دشمنی خدا کی دشمنی ہے۔

جب تم اس مقام کو پالو گے کہ تمھارا کوئی ارادہ نہیں ہوگا تو خدا تعالےٰ تم میں کسی چیز کا ارادہ پیدا کر دیگا۔ جب وہ ارادہ ظاہر ہو جائے گا تو جس کا ارادہ پیدا ہوا تھا، وہ نیست و نابود کر دی جائے گی، تمھیں اس سے موڑ لیا جائیگا۔ وہ چیز تمھیں دنیا میں نہیں ملے گی بلکہ اس کے بدلے میں آخرت میں کوئی ایسی چیز دی جائے گی جس سے خداوند کریم سے تمھارا قرب زیادہ ہوگا اور فردوسِ اعلیٰ اور جنت الماویٰ میں تمھاری نگاہیں اس سے روشن ہونگی۔

اور اگر تم کسی چیز کی تمنا نہ کرو اور اس تکلیف سے بھری ہوئی فانی دنیا میں کسی شے کی طرف مائل نہ ہو اور نہ اس کی امید رکھو اور صرف ہر چیز کے خالق و مالک ہی کو اپنا مقصود جانو۔ وہ خالق جس نے کسی کو محروم اور کسی کو عطایاب کیا ہے، آسمان کو رفعت بخشی ہے اور زمین کو مسطوح کیا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہ کرنے اور ارادے ختم کر دینے کے عوض دنیا ہی میں اس سے کچھ کم تر یا اس کے برابر عطا کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ تم دل شکستہ ہو جاؤ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور بیان ہوا۔

—

مقالہ نمبر ۲۰

اللہ ہی سے مانگو اور مشکوک چیزیں نہ لو

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ہادئ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "تم مشکوک چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیزوں کو اپنا لو"۔ یعنی اگر مشکوک اور غیر مشکوک اکھٹی ہوں تو تم ایسی چیز کو مت اختیار کرو جس میں شک و شبہ ہو۔ اگر کوئی ایسی ہی چیز مشکوک ہو، اس سے دل میں شک اور خلش پیدا ہو تو خود کوئی فیصلہ مت کرو۔ حکم خداوندی کا انتظار کرو، پھر اسے استعمال کرنے کا اشارہ ہو تو ٹھیک ہے۔ منع کر دیئے جاؤ تو منع ہو جاؤ اور یوں سمجھو گویا وہ چیز تھی ہی نہیں۔ پھر اللہ کریم کی طرف رجوع کرو اور اس سے رزق کے طلبگار ہو۔ اگر تم نے صبر کرنے میں کمزوری کا مظاہرہ کیا یا رضا وفنا سے گریز کیا تو پھر خدا تعالیٰ اس کا محتاج نہیں کہ اسے وعدہ یاد دلایا جائے، وہ تمہارے حال سے بھی واقف ہے، غیروں کے حال سے بھی، اور جب وہ کافروں، منافقوں اور روگردانی کے مرتکبین کو بھی رزق عطا فرماتا ہے تو پھر اے صاحبِ ایمان! تم تو اسکے موحد اور مطیع ہو، وہ تمہیں کیونکر بھلائے گا۔

اسی حدیث کی ایک اور توجیہہ یہ ہے کہ مخلوق کے صدقات و عطیات پر نظر نہ رکھو، اس معاملے میں خواہش و طلب سے بے نیاز ہو کر دل سے اس کا خیال تک باہر نکال دو۔ نہ مخلوق سے کوئی امید رکھو نہ اس سے خوف محسوس کرو اور جو غیر مشکوک چیز خداوند کریم تمہیں عطا فرمائے اسے قبول کر لو۔ تم ایک ہی چیز کا سوال کرو کیونکہ دینے والا بھی واحد ہے۔ ایک ہی ذات ہے جو امیدوں کا مرکز ہے اور وہی ایک ذات ہے جس سے ڈرنا چاہیئے۔ وہی خالق تمہارا مقصود ہونا چاہیئے جس کے ہاتھ میں بادشاہوں کی پیشانیاں اور مخلوق کے اجسام و قلوب ہیں جو سب کی جان و مال کا مالک ہے۔ اور لوگوں کے پاس تو جان و مال محض امانت ہیں۔ لوگوں کے عطیات بھی تو اللہ

عزوجل کے حکم سے تمہیں ملتے ہیں، اس کا حکم ہو تو لوگوں کے ہاتھ تمہیں دینے کے لیے حرکت ہی نہ کر سکیں۔ ہر سائل کو خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگو" نیز فرمایا: "جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ اللہ سے رزق طلب کرو، اس کی عبادت کرو اور شکر ادا کرو۔ تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے" ایک اور جگہ فرمایا: "یاحبیب! جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے پوچھیں تو فرما دیجئے کہ بے شک میں بہت قریب ہوں اور میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں اور دعا قبول کرتا ہوں" اور اللہ کریم نے فرمایا: "مجھی سے مانگو، میں تمہاری دعا کو شرف قبولیت بخشوں گا" اور فرمایا: "اللہ ہی رزق دینے والا مضبوط اور قوت والا ہے" ایک اور جگہ ارشاد فرمایا جاتا ہے: "بے شک جسے خدا چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے"

مقالہ ۲۱ خیر و شر کے بارے میں ابلیس کی گفتگو

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خواب میں ابلیس لعین کو دیکھا۔ میرے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ میں نے ابلیس کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا، آپ مجھے کس گناہ کے سبب قتل کرنا چاہتے ہیں اگر تقدیر شر کے ساتھ جاری ہوتی ہے تو میں اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اسے خیر میں تبدیل کر دوں اور اگر مقدرات یہ ہیں کہ خیر کو سرفرازی نصیب ہو تو میں اسے شر میں بدل دینے کی قوت نہیں رکھتا۔ پھر میرے اختیار میں کیا ہے؟ میں نے دیکھا کہ ملعون نے ہیجڑوں کی سی شکل بنا رکھی ہے۔ نرمی سے آہستہ آہستہ بات کرتا تھا۔ چہرہ لمبوترا اور ٹھوڑی پر تھوڑے سے بال تھے۔ صورت مکروہ اور شکل ذلیل تھی اور خوف زدگی کی حالت میں کھسیانا ہو کر ہنس رہا تھا۔ میں نے یہ خواب ۱۲ ذی الحجہ ۴۹۱ھ کو اتوار کے دن دیکھا۔

مقالہ ۲۲

ایمان کے درجے کے مطابق بلا و مصیبت

فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ اپنے مومن بندے کو اس کے ایمان کی پختگی کے لحاظ سے آفت اور ابتلاء میں ڈالتا ہے جتنا کسی مومن کا ایمان قوی ہوگا، اتنی ہی بڑی مصیبت اس پر آئے گی۔ چنانچہ ایمان کے درجے کے اعتبار سے دیکھیں تو رسول کی بلا نبی کی بلا سے زیادہ ہوتی ہے - اس لیے کہ رسول کا ایمان نبی کے ایمان سے افضل ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی کی مصیبت ابدال کی مصیبت سے سخت ہوتی ہے کیونکہ ابدال کے ایمان سے نبی کا ایمان زیادہ مضبوط اور توانا ہوتا ہے۔ پھر ایک ابدال کی ابتلا ولی کی ابتلا سے زیادہ ہوتی ہے بالکل اسی طرح آفت و مصیبت کے درجوں میں کمی ہوتی جاتی ہے اور مومن بندہ اپنے ایمان و ایقان کے مطابق امتحان میں ڈالا جاتا ہے اور اس بات کی بنیاد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ بلا و امتحان کے اعتبار سے گروہ انبیاءؑ اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ ہدف بنتے ہیں۔ انبیا کے بعد مخلوق پر درجوں کے اعتبار سے بلا کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے ساداتِ کرام کو ہمیشہ امتحان و ابتلا میں مبتلا رکھا، اس لیے کہ وہ دائم خدا تعالیٰ کے قرب میں حضوری کی سعادت پائیں اور شہودِ حق سے دور نہ رہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے زیادہ دوست اور محبوب ہیں اور محب کے لیے اپنے محبوب کی دوری قابل برداشت نہیں ہوتی۔

ابتلا ان کے دلوں کو حق کی طرف مائل رکھتی ہے اور انہیں خدا کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتی۔ اس طرح ان کے دل خواہشاتِ نفسانی کا گھر نہیں بنتے اور خدا کے سوا کسی چیز کی طرف راغب اور متوجہ نہیں ہوتے۔ جب ان پر بلا کا نزول تسلسل و تواتر کے ساتھ ہوتا ہے تو ان کی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں، ان کے نفوس شکست ہو جاتے ہیں اور حق کو باطل سے امتیازی شان مل جاتی ہے پھر شہوات،

ارادے، لذات کی تمنائیں اور دنیا و آخرت کی نعمتیں ان کے گوشۂ نفس میں سمٹ آتی ہے اور ان کے دل و عدۂ حق سے طمانیت و سکون، قضائے ربانی سے موافقت، عطاءِ الٰہی سے قناعت، ابتلا و آزمائش پر صبر و رضا اور خلقت کے شر سے امن پا لیتے ہیں۔ ان کے دل کی شوکت واضح ہو جاتی ہے اور قلب کو تمام اعضا پر حکومت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ ابتلا و آزمائش سے دل مضبوط، یقین قوی، ایمان مستحکم، صبر قائم اور خواہشات اور ارادے سست اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ مومن کو جب درد ملتا ہے تو اسے صبر و استقامت اور فعل الٰہی پر رضا و تسلیم اور شکر نصیب ہوتا ہے پھر اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور خدا کی طرف سے اسے مزید مدد اور توفیق ملتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم شکر گذار ہوئے — تو میں تمہیں زیادہ نعمت عطا کروں گا" اور جب نفس صرف ہوس کے تابع ہو جائے گا اور محض خواہشات کا پرستار بن جائے گا تو مومن امرِ الٰہی کی متابعت سے بہت دور جا پڑے گا اور اس پر غفلت چھا جائے گی، اور وہ گناہوں میں پھنس جائے گا۔

خدا تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ اسے اس حالت سے واپس اپنی طرف راغب کرے اور صراطِ مستقیم پر چلائے تو اس پر آفات و بلیات نازل کر دیتا ہے تاکہ مومن کے باطن کی صفائی ہو جائے۔ کبھی دفعہ خداوند کریم کی طرف سے یہ رہنمائی الہام یا القا سے ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ مومن کے دل کو اپنے انوار کی تجلیات کے ذریعے خواہشات کی خرابیوں اور نفس کے فتنوں سے بچاتا ہے، پھر مومن کو اپنے عرفان سے اور قرب سے مستفید کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ قلب اور نفس کو رحمت، عافیت، قرب، غنا اور ہر آفت سے سلامتی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ یاد رکھو کہ نفس کی متابعت اور خواہشات کے اثر میں آ گئے تو ڈرو کہ بلا و مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ چنانچہ آفات و مصائب کا سامان،

کرنے کے بجائے توقف کرو، خداوند تعالیٰ کے اذن کا انتظار کرو تاکہ دنیا و آخرت میں فلاح یاب ہو سکو۔

مقالہ ۲۳ خواہش کے زیر اثر تصرف کرنا شرک ہے

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: — جو کچھ ملے، اسی پر قناعت کرو حتیٰ کہ نوشتۂ تقدیر کی معینہ مدت پوری ہو اور تمہیں بہترین اور ارفع مقام پر فائز کیا جائے اور تمہیں مبارک باد دی جائے اور اسی نفیس مرتبے پر تمہیں بحال رکھتے ہوئے دنیا و آخرت کی سختیوں، برے انجام اور حد سے بڑھے بغیر اسی حال میں تمہیں حفاظت کے ساتھ باقی رکھا جائے۔ پھر تمہیں اس منزل سے مزید ترقی دے کر اس مقام کی طرف منتقل کر دیا جائے گا جو اس سے زیادہ خوشگوار اور زیادہ خنک ہوگا۔ اور یاد رکھو کہ اگر طلب نہ کرو گے تو بھی تمہارا حصہ ضائع نہیں ہوگا اور جو شے تمہاری قسمت میں نہیں، وہ کسی طلب ـ کوشش یا لالچ سے نہیں مل سکے گی۔ اس لیے صبر کو شعار کر لو اور جس حالت میں بھی ہو اس پر راضی رہو اور دینے لینے کے عمل میں اپنی تدبیر سے کام نہ لو۔ حکم خداوندی کے پابند رہو۔ اپنی کسی حرکت میں اپنے ارادے کو دخل نہ دو، آرام نہ لو ورنہ شامتِ اعمال سے بدتر مخلوق جیسے ہو جاؤ گے اس لیے کہ اپنی سعی و طلب کے باعث تم اپنی جان پر ظلم کرتے ہو اور ظالم کو معاف نہیں کیا جاتا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ظالموں کو بعض کے حوالے کر دیا کرتے ہیں۔

تم بادشاہ کے محل میں ہو، وہ بادشاہ جو بڑی شوکت والا ہے، اس کا لشکر بہت بڑا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے اور غالب ہے اس کا ملک باقی رہنے والا ہے، اس کا فرمان ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے، اسکی حکمت کامل و نادر ہے۔ وہ ہر حکم عدل سے جاری کرتا ہے۔ اسکے لیے زمین و آسماں کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر ظالم کے ظلم کو دیکھتا ہے اور

دوسرے ظالموں سے تمہارا گناہ زیادہ ہے کیونکہ تم نے اپنی ذات اور مخلوقات کے حوالے سے اپنی خواہش سے تصرف کیا ہے جو شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا اور مشرک کے علاوہ دوسرے گناہگاروں میں سے جسے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے لہذا ضروری ہے کہ شرک سے بچو، اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ صبح و مسا، خلوت و جلوت میں اپنے دلوں کو اور دوسرے اعضا و جوارح کو ہر جلی و خفی گناہ سے محفوظ رکھو۔ خدا سے فرار کے متعلق مت سوچو کہ اس کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ نہ تم اس کی قضا سے جھگڑا کر سکتے ہو، وہ تمہارے ٹکڑے اڑا دیگا اور اس کے حکم پر کوئی تہمت نہ تراشو کہ وہ ذلت و رسوائی کو تمہارا مقدر بنا دے گا اور اس سے غفلت نہ برتو کہ وہ تمھیں بھول جائے گا۔ اور اس کے گھر میں کوئی نئی بات نہ کرو کہ ہلاکت میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔ اور خدا کے دین میں اپنے نفس کے زیر اثر کوئی بات نہ ڈالو، وہ تمہارے دل کو تاریک کر دیگا اور تمھیں ہلاک کر ڈالے گا اور تمہارا ایمان و معرفت چھن جائے گا اور شیطان کو، نفس کو، شہوات و لذات کو، تمہارے اہل خانہ کو ہمسایوں اور ساتھیوں کو اور سب مخلوق خدا کو تم پر غالب کر دیا جائیگا۔ تمہاری دنیوی زندگی تاریک ہو جائے گی اور آخرت میں عذاب طویل ہو جائے گا۔

مقالہ ۲۴ اپنی قسمت پر شاکر رہو

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے اور درِ الٰہی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ عاجزی کے ساتھ توبہ کرو، فروتنی کے ساتھ اپنی حاجتیں پیش کرو، نگاہ باادب رکھو اور نہ خدا کی مخلوقات کی طرف دیکھو، نہ اپنی خواہش کی پیروی کرو، نہ دین و دنیا میں عبادت کا

بدلہ چاہو، نہ اس کی اطاعت بلند مقام اور اونچے مرتبے کی تمنائیں کرو۔ اور یقین کرو کہ تم اس کے بندے ہو اور بندے کی ہر چیز اپنے آقا کے لیے ہوتی ہے، اس کا اپنا حق کسی شے پر نہیں ہوتا۔ اپنے مولا کے سامنے مؤدب رہو اور اس پر اتہام نہ تراشو، اس کے یہاں ہر چیز اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ وہ جسے مؤخر کرے، وہ مقدم نہیں ہوسکتا اور جسے وہ مقدم کرے، اسے مؤخر کرنے والا کوئی نہیں اور تمھارے مقدر میں جو چیز ہے وہ تمھیں جلد مل کر رہے گی، اس کے لیے حرص نہ کرو اور جو چیز کسی اور کے لیے ہے، اس کی خواہش نہ کرو اور اس کے نہ ہونے پر اظہارِ تاسف نہ کرو۔

جو شے تمھارے پاس نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں: یا وہ تمھاری قسمت کی ہے یا کسی دوسرے کی قسمت کی۔ اگر تمھاری قسمت کی ہے تو وہ تمھیں مل جائے گی اور تم کھنچ کر اس کی طرف جا پہنچو گے۔ اور اگر کسی اور کی قسمت کی ہے تو تم اس سے اور وہ تم سے برگشتہ ہو گے، پھر تمھیں وہ کیسے میسّر ہو گی چنانچہ تمھیں جو چیز درکار ہو، اس کے حصول میں حسنِ ادب کو ملحوظ رکھو اور جس حالت میں ہو، اسی پر شاکر رہتے ہوئے اطاعتِ خداوندی میں مصروف رہنا چاہیے۔ نہ خدا کے سامنے سے سر کو اٹھاؤ، نہ ماسوی اللہ کیطرف رُخ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے دنیوی آسائش کی جو چیزیں کفار کو دی ہیں، ان کی طرف نظر بھر کے نہ دیکھو، وہ تو ہم نے انھیں فتنے اور امتحان میں ڈالنے کیلئے دی ہیں اور تمھارا پروردگار جو رزق دیتا ہے، وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔"

پس خدا تعالٰے نے تمھیں جس حالت میں رکھا ہے، اس کے علاوہ کسی اور طرف دیکھنا تمھارے لیے ممنوع ہے۔ اس نے تمھیں اپنی عبادت پر لگا دیا ہے اور قسمت، رزق اور فضل سے سرفراز فرمایا ہے اور تمھیں خبردار کیا ہے کہ ماسوا میں تمھارے لیے فتنہ ہے اور خدا نے دنیا کے چاہنے والوں کو اس فتنے میں ڈال رکھا ہے۔ اگر تم اپنے مقدر پہ شاکر رہو تو یہ تمھارے لیے زیادہ پائیدار

اور مبارک ہے اور یہی بہتر ہے۔ اسی کو اپنا شعار، اپنی واپسی کی جگہ، اپنے ظاہر و باطن کی علامت اور اپنی آرزوؤں کا مقصود و مطلوب سمجھو۔ اسی طرح تم مقصود حاصل کر سکو گے اور اسی راستے اور رفتار سے ہر مقام پر تنک رسائی ہو سکتی ہے۔ اسی سے ہر نعمت، ہر تازگی، ہر خیر و برکت اور ہر سرور کیطرف رفعت حاصل کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: "کوئی نہیں جانتا کہ کسے عمل کی جزا دینے کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک سے کس شے کو چھپایا گیا ہے"۔ پس روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ اور کلمہ کی عبادت اور گناہ کے ترک کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس سے زیادہ اشرف اور مرغوب عمل باقی نہیں رہتا جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اللہ ہمیں اور تمھیں سب کو اپنے فضل سے ان کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے جو اسے زیادہ پسند ہوں۔

مقالہ ۲۵ فقراء و امرا کا ایمان

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کو تہی دست، دنیا اور اہلِ دنیا کا راندہ ہوا، گمنام، بھوکا پیاسا، برہنہ جسم والا، سوختہ جگر، ہر گوشۂ زمین اور مسجد و ویرانہ میں پراگندہ رہنے والا، ہر در کا ٹھکرایا ہوا، شکستہ قلب انسان، خواہشوں اور حاجتوں سے بھرے ہوئے دل کا مالک ہرگز نہ کہو۔ یہ کہو کہ خدا تعالےٰ نے مجھے فقیر بنایا ہے، مجھ سے دنیا کو ہٹا دیا ہے، مجھے گرا دیا ہے، مجھے چھوڑ دیا ہے۔ مجھے دشمن بنا کر پریشان کر دیا ہے، مجھے جمعیت خاطر کی دولت نہیں دی اور ذلت و رسوائی دے دی ہے، مجھے دنیا میں رہنے کے قابل نہیں کیا، مجھے گمنام کیا ہے، میرے نام کو مخلوق میں اور کنبے برادری میں مقام نہیں بخشتا اور دوسروں کو نعمتیں عطا کر کے اطمینان قلب کی دولت دی ہے اور دوسروں کو مجھ پر اور میرے اہلِ وطن پر بڑائی عطا کی ہے اگرچہ ہم

سب مسلمان اور مومن ہیں، سب آدم و حوّا کی اولاد ہیں۔

خدا تعالیٰ نے تمھارے ساتھ یہ سلوک کیوں روا رکھا ہے؟ اس لیے کہ تمھارا خمیر اچھی اور سخت مٹی سے اٹھا ہے اور تمھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایقان و عرفان، صبر و رضا، ایمان اور انوار خداوندی سیراب کرتے ہیں اور تازگی بخشتے ہیں۔ چنانچہ تمھارے ایمان کے درخت کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں بلند ہونے والی ہیں اور چونکہ درخت پروان چڑھ چکا ہے اس لیے اسے کھاد کی ضرورت نہیں رہی۔ تمھاری اس حالت میں خدا نے تمھیں فراغت و فرصت عطا کر کے ہمیشہ قائم رہنے والی جنت کا مالک بنا دیا ہے اور اپنے رحم و کرم سے تمھیں وہ نعمتیں ارزاں فرمائی ہیں جنھیں نہ کسی نے دیکھا نہ کسی نے سنا اور نہ کوئی دل میں ان کا تصور کر سکتا ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا "کسی کو خبر نہیں کہ اسکے اعمال کی جزا میں اسکی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپایا گیا ہے۔" یعنی اوامر و نواہی کی پابندی پر صبر سے کام لیا اور اپنے تمام کاموں کو تقدیر خداوندی کے حوالے کر کے تسلیم و رضا سے کام لیا اور تمام کاموں میں خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ مگر دوسروں کو خدا تعالیٰ نے دنیا کا مالک بنایا اور دنیا ہی میں اپنی نعمتیں ان پر تمام کر دیں۔ یہ اس لیے کیا کہ ان کے ایمان کی مٹی پتھریلی اور شور تھی جس میں نہ پانی ٹھہرتا ہے، نہ درخت اگانے کی صلاحیت ہوتی ہے، نہ اس میں کھیتی باڑی ہو سکتی ہے نہ پھلوں کے پیڑ لگتے ہیں۔ اس مٹی میں قسم قسم کی کھاد کے علاوہ ایسی چیز بھی ڈالی گئی جس کے باعث گھاس پھوس اور خود رو درختوں کے سوا کچھ پیدا نہیں ہوتا۔

یہ دنیا اور اس کے اسباب ہیں تاکہ ایمان کے درخت اور پودے جو اللہ تعالےٰ دل میں لگاتا ہے اسکی حفاظت ہو۔ اگر اس زمین میں کھاد بالکل نہ ڈالی جائے تو گھاس اور درخت سوکھ جائیں گے، پھل گر پڑیں گے، ملک ویران ہو جائیگا حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ یہ آباد ہو۔ امیروں کے ایمان کا درخت کمزور ہے اور اس

چیز سے خالی ہے جس سے فقیروں کے ایمان کا درخت بھرا ہوا ہے۔ امرا کے ایمان کا درخت دنیا کی قسم قسم کی نعمتوں کی شکل میں ہے۔ پھر ان کے درخت کی کمزوری کے باوجود یہ نعمتیں ان سے چھن جائیں گی اور درخت سوکھ جائے گا اور اہلِ ثروت کافروں، منکروں، منافقوں، مرتدوں کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ مالداروں کی طرف صبر و رضا، یقین اور علم و عرفان کے لشکر بھیج دے تو ان کا ایمان بھی مضبوط ہو جائے گا اور پھر دولت و نعمت کے چھننے سے انھیں دکھ نہیں ہو گا۔

مقالہ ۲۶ تقربِ الٰہی کی منزل کا حصول

حضرت شیخ نے فرمایا: اپنے احوال کو اس وقت تک پردے میں رہنے دو جب تک تم علائق مخلوق سے بچکر اپنے تمام احوال میں اس کو چھوڑتے ہوئے اپنی ضرورتوں اور خواہشوں کو ختم نہ کر دو۔ پھر جب تک تمھارے ارادے اور تمھاری آرزوئیں زائل ہو جائیں اور تم دنیا و آخرت سے مقامِ فنا پالو تو ایسے سوراخ والے برتن کی مانند ہو جاؤ گے جس میں ارادۂ خداوندی کے سوا ہر چیز بہہ جائے۔ اس طرح تمھیں نور سے بھر دیا جائیگا اور تمھارے دل میں سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ تم اپنے دل کے نگہبان اور دربان بن جاؤ گے اور توحید، عظمت اور جبروت کی تلوار سے نوازے جاؤ گے تاکہ جب تمھارے سینے سے کوئی خواہش اٹھ کر دل کے دروازے کے قریب پھٹکے، تم اس کا سر گردن سے اڑا دو۔ اس صورت میں تمھاری کوئی خواہش، دنیا و آخرت کی کوئی تمنا اور کوئی ارادہ تمھارے سامنے سر نہ اٹھا سکے گا، کوئی بات تمھارے کانوں کو بھلی معلوم نہ ہو گی اور خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم تمھارے لیے پیروی کے قابل نہ رہے گا۔

اس صورت میں تمھاری رضا اور تمھاری فنا، اللہ کریم کی قضا و قدر کے

ماتحت ہوگی پھر تم اپنے پروردگار کے غلام اور مطیع ہو جاؤ گے۔ جب اس طرح خدا کے امر پر تمھارے اندر مداومت پیدا ہو جائے گی تو تمھارے دل کے آس پاس غیرت کے خیمے اور عظمت کی خندقیں تیار ہوں گی اور تم پر جبروت کا غلبہ ہوگا اور دل کو حقیقت اور توحید کے لشکر گھیرے میں لے لیں گے۔ اور حق کے پاسبان تمھارے دل کے قریب ہوں گے تاکہ وہاں تک مخلوق کی، شیاطین کی، خواہشاتِ نفس کی، باطل ارادوں اور غلط آرزوؤں کی رسائی نہ ہو سکے اور ایسے جھوٹے دعوے جو نفس امارہ سے پیدا ہوتے ہیں اور طبیعتوں کو برائی پر اکساتے ہیں اور خواہشات نفسانی سے تخلیق ہونے والی گمراہیاں تمھارے دل تک نہ پہنچ سکیں۔ ایسے میں بھی، اگر تمھاری قسمت میں ہے کہ مخلوق جوق در جوق تمھارے پاس آئے، تمھاری بڑائی کا اعتراف کرے، تم سے روشن نور اور واضح نشانیاں حاصل کرے اور تمھارے قول و فعل میں سچائی اور واضح اور روشن کرامتیں دیکھے جس سے وہ اپنے رب کے قرب کی تلاش اور فرماں برداری اور عبادت میں زیادہ محنت اور کوشش کریں تو ایسا ہوگا۔

جب یہ حالت ہوگی تو سب لوگوں کے ضرر سے اور لوگوں کے جوق در جوق، تمھارے پاس آنے کے باعث اور ان سب میں تمھارے مقبول و محمود ہو جانے کی وجہ سے تم میں خود بینی کا فخر اور بڑائی پیدا ہونے کے خطرہ سے تمھیں محفوظ و مامون کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی خوب صورت بیوی تمھاری قسمت میں ہے تو اس کی کفالت کے لیے تمھیں بہت کچھ عطا کر دیا جائے گا اور اس کے اپنے اور اس کے رشتہ داروں کی طرف سے تمھیں کسی شرارت کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔ تمھیں خیر و برکت والی نعمتیں عطا ہوں گی جن میں کثافت کا شائبہ تک نہ ہوگا۔ تمھاری بیوی کفایت کرنے والی، مبارک، موافق اور فرماں بردار ہوگی اور اس میں خباثت و دغا، کینہ، غصہ اور چغلی کرنے کی عادت نہیں ہوگی۔ وہ اور اس کے اعزا و اقربا تمھارے تابع ہوں گے۔ اس عورت کے باعث تم سے معیشت کی تنگی اور

اذیت دور ہو جائیگی اور اگر مقدر میں اس سے بیٹا لکھا ہے تو وہ صالح اور تمھارے لیے خوشخبریاں لانے والا ہو گا۔ اللہ کریم نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ "ہم نے ان کی بیوی کو ان کے لیے نیک بنایا"۔ ایک اور جگہ نیک لوگوں کی دعا کا بیان فرمایا "اے اللہ ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ اور اولاد کو امام الاتقیاء بنا"۔ حضرت زکریا نے دعا کی کہ "پروردگار! میرے فرزند کو اپنا محبوب بنا لے"۔ ان آیتوں کے ساتھ دعا کی جائے یا نہیں، ان میں از خود وہ دعائیں ہیں جن سے مقبولیت واجابت ضروری ہے۔ چنانچہ جو بھی نعمتوں کا سزاوار ہو گا، اسی کو یہ عنایت کی جائیں گی اور جو قرب وفضل کے مقام پر فائز ہو گا، وہی اہل کہلائے گا۔

اسی طرح دنیا کی جو چیز تمھارے مقدر میں ہو گی، وہ بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ وہ قسمت میں تھی اور ضرور ملنی تھی اور خدا کے فعل، ارادے اور حکم سے عطا ہونی تھی اور حکمِ الٰہی بجالانے پر اسی طرح ثواب پاؤ گے جسطرح نماز، روزے کی ادائی پر ملتا ہے اور جو چیز قسمت میں نہ ہو، اس کو حاجتمند دوستوں، عزیزوں، بھائیوں، فقیروں اور زکوٰۃ کے مستحقوں پر خرچ کر دینا چاہیے۔ پھر تم پر حالات منکشف کر دیئے جائیں گے اور ان میں تم تفریق وتمیز کر سکو گے۔ اسی طرح جس طرح سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی کی مانند نہیں ہوتی۔

فرائض کی بجا آوری پر تمہاری حالت صاف، پاکیزہ اور روشن ہو جائیگی جس پر کوئی گرد وکدورت نہ ہو گی، نہ اس میں اختلاط والتباس اور شک شبے کی گنجائش ہو گی۔ پس تمہارے لیے ضروری ہے کہ صبر ورضا، حال کی حفاظت، گمنامی، نرمی اور خاموشی کو اپنے اوپر وارد کر لو، دنیا سے کھا گو، علائقِ دنیا سے پرہیز کرو، خدا سے ڈرو، سر کو جھکاؤ، نگاہیں نیچی کرو، حیا کو شعار کر لو حتیٰ کہ وقت مقررہ آجائے۔ پھر تمہاری دستگیری کی جائے گی۔ تمھیں آگے بڑھایا جائیگا۔ تم پر کوئی سختی اور بوجھ نہ ہو گا۔ احسان، رحمت اور فضائل وکمالات کے بحرِ ذخار

میں غوطہ دے کر تمھیں انوار و اسرار کا ملبوس زیبِ تن کرایا جائے گا۔ اور علومِ لدنیہ سے فیضیاب کر کے مقرب بارگاہِ الٰہی بنا دیئے جاؤ گے۔ تم کلامِ خداوندی سے مستفید ہو گے، بے نیاز، صاحبِ استغناء، دلیر اور نڈر بنا دیئے جاؤ گے۔ تمھارا امر تیر بلند ہوگا اور تمھیں اس طرح خطاب کیا جائیگا کہ بے شک آج تم ہماری بارگاہ کے مقرب ہو، مکین ہو اور امین ہو۔

اس وقت تم حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے حال پر قیاس کرنا۔ انھیں شاہِ مصر اور فرعون نے یہی کہا تھا۔ بظاہر یہ بادشاہ نے کہا تھا لیکن حقیقت میں یہ بات خدا تعالیٰ کی تھی۔ حضرت یوسف کو بظاہر مصر کی بادشاہت ملی تھی لیکن حقیقتاً آسمانِ نفس، اقلیم علم، ملکِ قربت وخصوصیت اور رفیع مراتب کی باطنی سلطنت انھیں سونپ دی گئی تھی۔ خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ہم نے حضرت یوسف کو زمین مصر میں قدرت عطا کر دی کہ جہاں جی چاہے قیام کریں۔" اسی طرح خدا تعالیٰ نے مملکت نفس کے بارے میں فرمایا "ہم نے یوسف کو ثابت اور قائم رکھا تاکہ ہم ہر برائی اور تمام فواحش سے ان کو بچالیں، بلاشبہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں"۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے علم ومعرفت کے بارے میں کہا: "مجھے وہی علم ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے اور میں نے اس قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے جو خدا پر ایمان نہیں رکھتی"۔ لہٰذا جب تم سے اس طرح بات کی جائے گی تو تمھیں علم کا بڑا حصہ عطا فرما دیا جائیگا اور توفیق واحسان اور ولایت وقدرت اور جاندار اور بے جان سب چیزوں پر تمھارا حکم جاری ہو جائے گا اور اس حیثیت پر تمھیں مبارکباد دی جائے گی اور حکم پروردگارِ عالم سے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں عدم سے وجود میں لانے والی قدرت تمھیں عطا کر دی جائے گی۔ اور آخرت میں دار السلام اور جنت اعلیٰ ملے تو بڑے احسان پر اپنے رب اکرم کی طرف ہی نظر رہنی چاہیئے۔ اور دیدارِ خداوندی ہی ایسی تمنا ہے جس کی کوئی غایت و انتہا نہیں ہے۔

مقالہ ۲۷

خیر و شر کی اصلیّت

محبوبِ سبحانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خیر و شر ایک ہی درخت کی دو شاخوں کا ثمر ہیں۔ ایک شاخ کے پھل میٹھے ہوتے ہیں اور دوسری کے کڑوے۔ اس لئے ان شہروں، ملکوں اور زمین کے ان گوشوں کو چھوڑ دو جہاں اس درخت کے کڑوے پھل پہنچتے ہیں۔ ایسی جگہوں اور وہاں کے باسیوں سے دُور ہو جاؤ اور درخت کی قربت اور نگہبانی کو شعار کر لو اور اس کی دونوں شاخوں اور ان کے دونوں طرح کے پھلوں کو اچھی طرح پہچان کر وہ پہلو اختیار کرو جس طرف کا پھل شیریں ہے تاکہ تمہاری غذا وہی ثمر شیریں بن جائے۔ دوسری شاخ اور اسکے تلخ ثمر سے مجتنب رہو کیونکہ اس کی تلخی ہلاکت آفریں ہے۔ جب تم نے ہمیشہ کیلئے یہی طریقہ اختیار کر لیا تو مسرت اور تمام آفات و بلیات سے امن و سلامتی پا لوگے۔

اگر تم نے اس درخت سے دُوری اختیار کی اور اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ پھر تمھیں ایسے پھل دکھائی دیئے جن کا میٹھا یا کڑوا ہونا ظاہر نہیں اور تم نے اس میں سے کوئی پھل حاصل کر لیا اور منہ کے قریب لے آئے تو ہو سکتا ہے وہ پھل کڑوا ہو اور اگر تم نے اس پھل میں سے کچھ کھا لیا یا چبا لیا اور تمہارے حلق اور ناک اور دماغ میں اسکی تلخی محسوس ہوئی تو اس کے نتیجے میں تم اس سے متأثر ہو جاؤ گے اور تمھارے جسم میں وہ کڑواہٹ رچ بس کر تمھیں ہلاک کر دے گی۔ پھر اگر تم پھل کا باقی حصہ اگل دو اور منہ کو صاف کرو تو بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا اور اس کا اثر تمھارے جسم سے دُور نہ ہوگا۔

اگر تم آغاز ہی میں ثمر شیریں تناول کرو اور تمھارے بدن میں اسکی مٹھاس رچ گئی اور تم نے اس سے نفع اور مسرت حاصل کر لی تو تمھارا صرف ایک بار کا یہ پھل کھانا کافی نہیں۔ تمھیں اس پھل کو دوبارہ کھانا ہوگا۔ پھر بھی ضروری نہیں کہ

کسی وقت تلخ پھل ہاتھ نہ آجائے کیونکہ دونوں اکٹھے تھے اس لیے بہتری درخت سے دور رہنے اور میٹھے پھل کی پہچان نہ ہونے میں نہیں ہے بلکہ سلامتی اسی میں ہے کہ درخت کی قربت اختیار کی جائے اور اس قربت پر قائم رہا جائے۔

واضح ہوا کہ خیر اور شر اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا فعل ہے، دونوں کو جاری کرنے اور پھیلانے والا وہی ہے۔ اللہ فرماتا ہے: "اللہ نے تمھیں اور تمھارے اعمال کو پیدا کیا ہے" اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ذبح کرنے والے اور ذبح ہونے والے کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور بندوں کے اعمال بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ بندے تو ان اعمال کے کاسب ہیں" ارشادِ خداوندی ہے: "تم اپنے اعمال کی جزا میں داخلِ بہشت ہو جاؤ۔" سبحان اللہ! یہ خدا تعالےٰ کا انعام اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اعمال کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی اور اس کی وجہ سے انھیں جنت کے قابل بنایا ورنہ عمل کی توفیق بھی تو اسی کی رحمت سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے داخلِ جنت نہ ہوگا۔" پوچھا گیا: "آپ بھی نہیں؟" فرمایا: "نہیں، صرف اللہ کی رحمت کے سائے کے سبب ایسا ہوگا۔"

جب تم اطاعت خداوندی اور قضا و قدر کی اہمیت کو تسلیم کر لو تو اللہ تمھیں شر سے محفوظ رکھیگا اور خیر کے ذریعے تم پر اپنا فضل فرمائے گا اور دین و دنیا میں ہر برائی سے بچنے کی توفیق مرحمت کریگا۔ اُخروی برائی سے حفاظت کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے: "ہم نے برائی اور فحاشی سے (حضرت یوسف علیہ السلام کو) بچالیا کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔" دنیوی برائی کے متعلق ارشاد ہے: "اگر تم مومن اور شکر گذار بندے ہو تو اللہ تمھیں کیوں عذاب میں گرفتار کریگا۔" چنانچہ مومن اور شاکر انسان کو شر سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ ایسا شخص بلا سے دور

اور عافیت و طمانیت کے نزدیک ہے کیونکہ وہ شکر گذاری کی وجہ سے زیادتیٔ نعمت کے مقام میں ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے: "اگر تم شکر کرو گے تو تمھیں زیادہ دیا جائے گا۔"

جب تمھارا نورِ ایمان اس آگ کو سرد کر سکتا ہے جو ہر گناہ گار کو آخرت میں ملتی ہے تو دنیا میں آتش بلا کو کیوں نہ بجھایا جائے گا۔ البتہ خدا کے برگزیدہ بندوں اور صاحبانِ جذب اور اہلِ محبت کی بات دوسری ہے کیونکہ ان کے لیے بلائیں ضروری ہوتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے انھیں خواہشات نفسانی اور میلاناتِ طبیعت اور لذات و شہوات سے پاک کر دیا جائے۔ بلاؤں سے ان میں یہ خاصیتیں پیدا کر دی جاتی ہیں کہ خلقت کے قریب رہنا پسند نہیں کرتے، اس سے وہ سکون و راحت اور طمانیت و عافیت محسوس نہیں کرتے چنانچہ ایسے بندے سے سب خرابیاں زائل کر کے اس کا دل پاک صاف کرنے کے لئے اسے بلاؤں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے پھر اس کے لیے خدا کی وحدانیت، اسکی معرفت، اسکی قربت کے انوار اور علوم تک رسائی کا مقام خاص کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مکانِ قلب میں دو مکینوں کی گنجائش نہیں ہوتی اور خدا نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کرتے ہیں، وہاں کے باسیوں کو ذلیل کرتے ہیں اور اچھے مکانوں اور ستھری زندگی سے انھیں نکال باہر کرتے ہیں۔ اسی طرح دل پر شیطان کی اور خواہشات نفس کی حکمرانی ہو اور ان کے زیر اثر اعضاء جسم طرح طرح کی برائیوں، گمراہیوں اور معصیتوں کے مرتکب ہوتے ہوں — اور پھر وہ حکومت ختم ہو جائے، اعضاء و جوارح سکون پائیں۔ دل کا شاہی محل خالی ہو اور سینے کا صحن پاک صاف ہو جائے تو گویا قلب توحید و معرفت اور علم کے لیے تیار ہو گیا اور سینہ عجائباتِ غیبی اور واردات کے نزول کا مقام بن گیا اور یہ سب کچھ بلاؤں کے نزول کے سبب ہے۔ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا: "بلاؤں کے اعتبار سے ہم انبیاء دوسرے آدمیوں

سے زیادہ سخت ہیں"۔ جو شخص بادشاہ سے زیادہ قریب ہو، اس کے لیے خطرات اور خوف وحذر کے مقامات زیادہ ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ بادشاہ کی نگاہ میں ہوتا ہے اور اسکی تمام باتیں اور تمام کام بادشاہ پہ ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک تمام آدمی برابر ہیں اور اس کی نگاہ سے تو کوئی شے بھی چھپی ہوئی نہیں ہے تو اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص مقرب بارگاہِ خداوندی ہو جائے اور اس کی قدر و منزلت بڑھ جائے تو اس کے لئے خطرات بھی بڑھ جاتے ہیں کیونکہ نعمت خداوندی پر خدا کا شکر کرنا سب سے زیادہ اس پر واجب ہو جاتا ہے اور اطاعت خداوندی میں ذرا سی بے احتیاطی اور شکر گزاری میں ادنیٰ عدم توجہی اور کوتاہی بڑا قصور متصور ہوتا ہے۔ خداوند کریم جل وعلا نے فرمایا: "اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی نافرمانی کرے گی، اسے اوروں سے دگنا عذاب دیا جائیگا۔" حضورؐ کی ازواج مطہرات سے یہ کہنا اس لیے تھا کہ ان پر معیت و قربتِ نبوی کی وجہ سے نعمتوں کا اتمام ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسی سے اس بندے کا حال سمجھ لو جو خالقِ حقیقی کے قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ تشبیہہ دی ہی نہیں جا سکتی۔ کوئی چیز اس جیسی نہیں ـــ اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

مقالہ ۲۸ منزل قرب کے لیے صبر و تحمل سے کام لو، عجلت سے نہیں

فرمایا: کیا تم نفس کشی اور دنیا و آخرت کے سلسلے میں اپنی خواہشوں کو پگھلانے والی بھٹی میں پڑے ہونے کے باوجود اور اس کے بعد کہ یہ چیزیں ابھی تم میں سے زائل نہیں ہوئیں، یہ چاہتے ہو کہ تمھیں راحت و سرور، مسرت و ابتہاج، امن و سکون اور ناز و نعمت میسر آئیں۔ تمھیں اس حالت میں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب تک خواہشاتِ نفس کا ذرہ ذرہ زائل نہ ہو جائیگا، تم پر مسرت دائمی

کے دروازے نہ کھلیں گے کیونکہ مکاتب غلام جبھی رہا ہو سکتا ہے جب اس کے ذمے تمام رقم ادا ہو جائے۔ اس لیے تم میں جب تک کھجور کی گٹھلی چوسنے کے برابر بھی طلب دنیا باقی ہوگی، قربِ خداوندی کی منزل نہ پا سکو گے اور دنیا کی خواہش و طلب یا کسی دنیوی چیز کو دیکھنے کی خواہش یا نفس میں کسی چیز کا شوق یا دنیوی یا اُخروی معاوضے کی ہلکی سی تمنا بھی تمھارے دل میں باقی ہوگی تو تم مقامِ فنا کے دروازے ہی پر رہو گے، مقامِ فنا کا حصول تمھارے لیے ممکن نہیں چنانچہ جب تک تم بھٹی میں سے پاک ہو کر نہ نکل آؤ اور ہر کسوٹی پر کھرا سونا نہ ثابت ہو جاؤ اور مکمل طور پر فنائیت کا مقام نہ پالو، اس وقت تک صبر سے کام لو۔

مقامِ فنا تک رسائی کے بعد تمھیں اچھے لباس سے مرصع اور ردیدہ زیب زیور سے مزین کر کے خوشبوؤں میں بسا کر سب سے بڑے بادشاہ کے حضور پہنچا دیا جائیگا اور تمھیں ندا دی جائے گی کہ "آج تم امین بن کر ہمارے پاس رہو گے" پھر تم پر الطاف و اکرام ہوگا، قربِ خداوندی کی لذت پاؤ گے اور تمھیں ایسی دولت دی جائے گی کہ ہر چیز سے مستغنی ہو جاؤ گے۔

کیا تم نے سونے کے وہ بکھرے ہوئے ٹکڑے دیکھے ہیں جو عطاروں، بقالوں قصابوں، چمڑا صاف کرنے، نیل بیچنے والوں، جھاڑو دینے والوں اور دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں صبح سے شام تک گردش کرتے رہتے ہیں۔ پھر انھیں جمع کر کے سنار کی بھٹی میں پگھلا دیا جاتا ہے، وہ نرم ہو کر اپنی ہیئت تبدیل کر لیتے ہیں، نئے زیورات میں ڈھلتے ہیں اور انھیں جلا دی جاتی ہے، خوشبوئیں بسایا جاتا ہے اور اعلیٰ و محفوظ مقامات پر مقفل خزانوں اور محفوظ صندوقوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ وہ دلہنوں کو پہنائے جاتے ہیں اور انھیں ان زیورات سے سنوارا جاتا ہے اور کبھی وہ دلہن بادشاہ کی ملکہ بن جاتی ہے اور اس کے ساتھ سونے کے وہ ٹکڑے بادشاہ کے قریب یا اس کی مجلس میں پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن بادشاہ تک پہنچنے کے لیے شرط یہی ہے کہ سونے کے گندے مندے

ٹکڑے بھٹی میں پگھل کر، نرم ہو کر زیورات کی شکل اختیار کرلیں۔اسی طرح اے اہلِ ایمان تم قضاو قدر کے اجرا پر صابر ہو کر فیصلوں پر راضی ہو جاؤ تو تمھیں اپنے پروردگار سے اتنی قربت نصیب ہو جائے گی کہ دنیا ہی میں علم وعرفان کی دولت سے بہرہ اندوز کر دیئے جاؤ گے۔اور آخرت میں بھی تمھارا مسکن وہ دارالسّلام بنے گا جہاں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی ہمراہی پاؤ گے اور قربِ الٰہی سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

چنانچہ عجلت سے کام نہ لو، صبر و تحمل کو اختیار کرو، قضاو قدر سے راضی ہو جاؤ۔ خدا تعالےٰ پر اتہام نہ تراشو۔اس طرح عفو کی خنکی، معرفت کے تلطف، خدا کے اکرام کے سائے اور اسکے احسان کی حلاوت سے فیضیاب ہو سکو گے۔

مقالہ ۲۹ فقر و فاقہ کفر کے قریب کیوں پہنچاتا ہے

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بھوک انسان کو کفر کے قریب پہنچا سکتی ہے اور جب آدمی خدا تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور اپنے تمام امور کو اس کے سپرد کر کے یہ یقین کرلے کہ رزق کی ہر سہولت اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ جو شے اسے ملی ہے وہ ہر حال میں ملنی تھی اور جو نہیں ملی، وہ ملنے کا کوئی امکان نہ تھا۔اور بندۂ مومن خدا تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی یقین رکھتا ہے کہ: "اللہ سے ڈرنے والے کے لیے اللہ خود راہیں پیدا کر دیتا ہے اور وہ جس جگہ چاہتا ہے، اسے رزق عطا کرتا ہے اور اللہ پر اعتقاد کرنے والے کو اللہ بہت کافی ہے۔" چنانچہ خدا کے اس ارشاد پر پختہ یقین بندۂ مومن کو عافیت و استغنا کی دولت سے نوازتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ اور بلا میں مبتلا کر دیتا ہے تو وہ گریہ و زاری کرتا ہے، خدا کے سامنے سوال کرنے لگتا ہے لیکن جب اس پر بھی اس کی

آزمائش جاری رہتی ہے تو وہ مذکورہ بالا حدیثِ پاک کا مصداق بن جاتا ہے کہ "قریب ہے کہ فقر کفر کا سبب بن جائے"۔

مگر جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربان ہو جاتا ہے تو اس کی ابتلا و آزمائش ختم کر دی جاتی ہے اور وہ بندہ عافیت و غنا پالینے کے بعد خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حمد و ثنا میں مصروف ہو جاتا ہے اور تمام عمر شکر گزاری کی اسی کیفیت میں رہتا ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالےٰ کسی کو ہمیشہ کے لیے فقر و فاقہ میں رکھنا چاہتا ہے، اس کی آزمائش کو ختم نہیں کرنا چاہتا تو ایمان کی امداد اس کے شاملِ حال نہیں ہوتی اور وہ خدا تعالےٰ پر معترض ہوتا ہے، اس پر تہمت لگاتا ہے، اس کے وعدوں پر شک کرتا ہے اور وہ اسی حالتِ کفر میں مرجاتا ہے کہ خدا اسے ناراض ہوتا ہے اور اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی حالت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ: "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب اس پر ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ نے دنیا کی احتیاج اور آخرت کے عذاب میں مبتلا رکھا"۔ ایسے گمراہ شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے اور ہم بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

دوسرا انسان وہ ہے جسے خداوند تعالےٰ نے برگزیدہ بنالیا، اسے اپنے خواص اور احباب میں داخل کرلیا اور انبیا کا وارث، اپنے اولیا کا سرخیل اور اپنے بزرگ اور باعظمت بندوں اور علماء و حکما میں شامل کرلیا۔ پھر اللہ کریم اسے صبر کے پہاڑوں کی رفعت اور رضا و موافقت کے دریاؤں کی گہرائی عطا کرتا ہے اور اسے قضاو قدر اور اپنے فعل سے مستغنی کر دیتا ہے۔ اسے فعلِ خداوندی میں فنا ہونے کی توفیق ملتی ہے، اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا و موہبتِ کثیر ملتی ہے۔ وہ صبح و شام کی تمام ساعتوں میں، ظاہر و باطن اور جلوت خلوت میں انواع و اقسام کے لطف و کرم اور طرح طرح کی بخششوں سے مستفید ہوتا ہے اور اپنے پروردگار سے جاملتا ہے۔ یہ انعامِ خاص اس

کی وفات تک جاری رہتا ہے۔

مقالہ ۳۰: منزلِ محبوبیت کی راہ صبر و توکل ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تمھارا یہ سوچنا کہ کون سا عمل اور کون سی تدبیر کروں، باعثِ حیرت ہے۔ تمہارے لیے مناسب طریق یہ ہے کہ تم جس حالت میں ہو، اسی میں اس وقت تک ٹھہرو جب تک تمھیں خدا تعالیٰ کی جانب سے کشادگی نصیب نہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ صبر کرو اور صبر پر غالب رہو، رابطہ قائم رکھتے ہوئے۔ اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں صبر و ربط اور محافظت پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا اور انھیں چھوڑ دینے پر وعید دی اور اس رابطے کے کٹنے پر خدا سے ڈرایا۔ صبر کا دامن نہ چھوڑنے ہی میں بہتری اور سلامتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس طرح جسم کے لئے سر ہے، اسی طرح ایمان کیلئے صبر ہے"۔ نیز فرمایا: کہ ہر چیز کا ثواب اس کی مقدار و اندازہ پر ہے لیکن صبر کا اجر بے حد و حساب ہے۔ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ نے بھی فرمایا: "صبر کرنے والوں کو اس کا بے حساب اجر دیا جائے گا"۔ اس لیے ضروری ہے کہ خدا سے ڈرتے ہوئے صبر پر قائم رہا جائے اور خدا کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کی جائے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی کتاب میں کیے گئے وعدے کے مطابق کامل اجر عطا کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے خدا کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور خدا جہاں سے چاہے، انھیں رزق دیکر کشائش کی راہیں پیدا کر دیتا ہے۔

چنانچہ اگر تم کشائش نصیب ہونے تک صبر کرتے رہے تو تمھارا شمار متوکلین میں ہوگا اور خدا نے تمھارے لیے اپنے کافی ہونے کا اعلان کر رکھا ہے۔ کہا گیا ہے: "جو آدمی خدا پر بھروسہ کرے، اس کے لئے وہی کافی ہے"۔

جب صبر اور توکّل کی دونوں صفتیں تم میں یکجا ہو گئیں تو تمہارا شمار احسان کرنے والوں میں ہوگا۔ اور بے شک خدا نے محسنین کے لیے جزا کا وعدہ کر رکھا ہے اور کہا ہے: "ہم محسنوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں"۔ اس طرح تم خدا کی محبوبیت کے مقام کو پالو گے کیونکہ اس نے فرمایا ہے: "بے شک خدا محسنوں کو محبوب بنا لیتا ہے"۔

ثابت ہوا کہ دنیا و آخرت میں ہر بھلائی اور ہر سلامتی صبر ہی سے ہے اور مومن کو اسی کی وجہ سے ترقی دے کر رضا و موافقت کی منزل سے گزار کر افعالِ خداوندی میں فنا کر دیا جاتا ہے۔ نابود ہو جانے کی حالت اور ابدالیت کے مقام کو حاصل کرنا اسی طرح ممکن ہے اس لیے صبر کو چھوڑ دینے کا تصوّر بھی نہ کرو کیونکہ اس طرح دنیا و عقبیٰ میں خیر و فلاح سے محرومی اور رسوائی اور شرمندگی حاصل ہوگی۔ خدا محفوظ رکھے۔

مقالہ ۳۱ محبت اور نفرت کی کسوٹی

حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم کسی آدمی کے بارے میں اپنے دل میں محبت یا نفرت کے جذبات پاؤ تو اس کے اعمال کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھو۔ اگر اس کا کردار و عمل کتاب و سنت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو تو خدا اور رسولِ خدا کی موافقت پر خوش ہوتے ہوئے اس کے ساتھ بغض رکھو اور اگر اس کا عمل کتاب و سنت کے مطابق ہے اور تم اس سے بغض کے جذبات رکھتے ہو تو تم ہوائے نفس کے غلام ہو اور اپنی نفسانی خواہشات کے ایما پر اسے دشمن سمجھے بیٹھے ہو۔ تمہارا یہ فعل ظالمانہ ہے اور تم خدا اور رسول کے فرامین کی مخالفت اور نافرمانی کر رہے ہو۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنے اس فعل سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو اور خدا سے خود اس کی، اس کے دوستوں اس سے محبت رکھنے والوں اور اس کے برگزیدہ اور صالح بندوں کی

محبت کی توفیق طلب کرو اور جس شخص سے تم بغض رکھے ہوئے تھے، اس سے خدا کی طرح تم بھی محبت کرنا شروع کر دو۔

اسی طرح یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جس سے تمھارا رابطہ محبت کے جذبات کا ہے اگر اس کے اعمال خدا اور رسول کے احکام کے مطابق ہوں تو اس سے تمھارا محبت کرنا درست ہے اور اگر اس کے اعمال و افعال کتاب و سنت کے خلاف ہیں تو تم بھی اسکے دشمن ہو جاؤ۔ تاکہ ہوائے نفس کی بنا پر محبت و نفرت کرنے والے نہ بنو۔ تمھیں تو اپنی خواہشات نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، اللہ کریم نے فرمایا: "خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ وہ تو خدا کے راستے سے گمراہ کر دیتی ہیں"۔

مقالہ ۳۲ کسی اور سے محبت غیرتِ خداوندی کو چیلنج ہے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اکثر تم اپنی محبت کی ناپائیداری کی شکایت کرتے ہو کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں، وہ شخص یا کہیں غائب ہو جاتا یا فوت ہو جاتا ہے اور ہمارے مابین کوئی اور چیز حائل ہو جاتی ہے یا کسی طرح آپس میں دشمنی ہو جاتی ہے۔ مال سے محبت ہو تو یا خرچ ہو کر ختم ہو جاتا ہے یا ویسے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اس پر تمھیں کہا جاتا ہے کہ تم خدا کے محبوب ہو، تمھیں اسکی نعمتیں دی گئی ہیں۔ کیا تمھیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس نے تمھیں صرف اپنے لیے پیدا کیا ہے اور تم ماسوی اللہ کے ہو جانے کا ارادہ کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا یہ فرمان نہیں سُنا: "جو خدا کو محبوب رکھتے ہیں، وہ بھی انہی سے محبت کرتا ہے۔" مزید فرمایا: "ہم نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے تخلیق کیا ہے"۔

پھر، کیا تم نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سُنی: "کسی بندے کو جس وقت خدا محبوب بنا لیتا ہے تو اسے ابتلا و آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ ایسے میں اگر وہ صبر سے کام لے تو خدا اسے حفاظت سے رکھ لیتا ہے۔" صحابہ

رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا - یا رسول اللہ! محفوظ کر لینے کا کیا مطلب ہے؟
آقا نے فرمایا: اللہ نہ تو اس کا مال چھوڑتا ہے، نہ اولاد - کیونکہ اگر وہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس جائے تو خدا کی محبت کم ہو جاتی ہے اور محبت، خدا اور غیر خدا کے مابین مشترک حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ غیور بھی ہے اور ہر شے پر غالب بھی، اس لیے وہ اپنے شریک کو ختم کر دیتا ہے - یہ اس لیے ہوتا ہے کہ بندے کے دل سے ہر غیر کی محبت زائل ہو جائے اور صرف خدا ہی کی محبت قائم رہے اور خداوند تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان اس کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے کہ: "اللہ ان سے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں"۔

جب بندے کا دل تمام شریکوں اور ہمسروں سے، اہل و عیال، مال، خواہشات و شہوات، حکومت، ولایت و کرامت، منازل و مقامات، جنّات، درجات اور خواہش قرب ــــ سب کچھ سے پاک ہو جائے تو اس میں کوئی ارادہ کوئی آرزو باقی نہیں رہتی اور یہ پاکیزہ قلب اس سوراخ والے برتن کی طرح ہو جاتا ہے جس میں بہنے والی کوئی چیز نہیں ٹھہرتی - اس لیے کہ وہ دل بھی فعل الٰہی کی وجہ سے شکستہ ہو جاتا ہے اور جو بھی اس میں کوئی ارادہ، طلب یا تمنا پیدا ہو جاتا ہے، خدا تعالیٰ کی غیرت اور اس کا فعل اسے کاٹ پیٹ کر پھینک دیتا ہے اور اس دل کو عظمت و جبروت اور ہیبت کے پردوں سے ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ سطوت و کبریائی کی خندقیں کھود کر ماسوی اللہ کے اثر محبت سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

پھر کسی چیز کا ارادہ دل میں پیدا نہیں ہوتا اور اہل و عیال، مال، اصحاب حکم و علم اور عبادت میں سے کوئی چیز بھی تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتی کیونکہ یہ تمام اشیا دل سے باہر رہتی ہیں - پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے پاس موجود ایسی کسی چیز سے غیرت نہیں کرتا بلکہ یہی اشیا اللہ کی طرف سے بندے کیلئے لطف و کرامت، نعمت و رزق اور منفعت کا واسطہ بن جاتی ہیں - بندہ جب

اس طرح خدا کا برگزیدہ بن گیا تو اس کے پاس آنے والے بھی رحمت و رافت کے مستحق ہوجاتے ہیں اور ان کی بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ اللہ کا محبوب بندہ اپنے پاس آنے والے کے لیے دنیا و آخرت میں محافظ و شفیع بن جاتا ہے۔

مقالہ ۳۳ لوگوں کی قسمیں اور ان کا مرتبہ

فرماتے ہیں: لوگ چار طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کے پاس نہ زبان ہوتی ہے نہ دل۔ ایسے عامی، غافل، حقیر اور ذلیل اشخاص خدا کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے، ان میں کسی قسم کی بھلائی نہیں ہوتی — وہ تو بھوسے کی طرح ہوتے ہیں جس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔ ہاں، اگر خدا تعالیٰ انھیں اپنی رحمت میں لے کر ان کے دلوں کو ایمان کی ہدایت سے منور کر دے اور وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت میں اپنے اعضا و جوارح سے کام لینا شروع کر دیں تو بات دوسری ہے لیکن ایسے آدمیوں سے ملنے جلنے اور ان سے تعلقات پیدا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ خدا کے عذاب اور غضب کے مستحق ہوتے ہیں اور جہنم کے قابل ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ایسوں سے پناہ میں رکھے۔

لیکن اگر تم نیکی کی تعلیم دے کر، ہدایت اور دین کی دعوت کے ذریعے لوگوں کو اطاعت الٰہی کی ترغیب دینے کا شغل اختیار کئے ہو تو بے شک ایسے لوگوں تک دعوت پہنچاؤ۔ انہیں اطاعتِ الٰہی کی دعوت دو، گناہوں سے ڈراؤ۔ اس طرح گویا تم جہاد کرنے والے ہو گے اور تم ان میں سے ہو گے جنہیں انبیاء و رسل کی طرح ثواب عطا ہو گا۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: "اگر تمھاری وجہ سے خدا تعالیٰ کسی کو ہدایت دے تو تمھارا یہ عمل ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔"

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس زبان ہے، دِل نہیں۔ ان کی باتیں تو حکمت و نصیحت سے بھرپور ہوتی ہیں مگر وہ خود ان پر عمل نہیں کرتے۔ جن کی وجہ سے لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔ وہ دوسروں کو تو خدا کی طرف بلاتے ہیں لیکن خود بھاگتے ہیں۔ دوسروں کے عیبوں کا ذکر کر کے انھیں برا گردانتے ہیں مگر خود وہی کام کرتے ہیں۔ ریا کے ذریعے لوگوں پر اپنی پارسائی کا رُعب جماتے ہیں اور خود معصیت کو شعار کر کے خدا سے گویا لڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی مثال اس بھیڑیئے کی سی ہے جسے انسانی لباس میں ملبوس کر دیا گیا ہو۔ یہ ایسے افراد ہیں جنھیں حضور رسولِ انام علیہ السلام نے فرمایا ہے: "میرے نزدیک میری امت کے لیے سب سے زیادہ ڈر کی چیز بے عمل علماء ہیں"۔ ہم ایسے منافقین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ یہ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ چنانچہ چاہیئے کہ ایسے آدمیوں سے دور رہو تاکہ وہ اپنی طلاقتِ زبان سے تمھیں قریب نہ کرلیں اور تم ان کے گناہوں کی آگ میں جل جاؤ اور ان کے خبثِ باطن کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ۔

تیسری قسم کے اشخاص وہ ہیں جو اخلاص بھرا دل تو رکھتے ہیں لیکن زبان نہیں رکھتے۔ یہی لوگ دراصل اہلِ ایمان ہیں۔ خدا تعالٰے ایسوں کو مخلوق سے چھپا کر رکھتا ہے اور انھیں نفس کے عیوب کو دیکھنے کے لیے نورِ بصیرت عطا کرتا ہے اور ان کے دلوں کو منور کر کے اس حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہے کہ لوگوں سے ملنے، اور بولنے میں کیا خرابیاں ہیں اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ خاموشی اور عزلت نشینی ہی میں عافیت اور سلامتی ہے۔ خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے "جو خاموش رہا، اس نے خلاصی پالی"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبادت کے دس حصوں میں سے نو حصے خاموشی ہی میں ہیں۔ چنانچہ حفاظت اور سلامتی انھی کے لیے ہے جن کی پردہ پوشی خدا تعالٰے نے کر دی ہے۔ وہی اہلِ دانش ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی کی عظمت کے حامل ہیں۔ تمام بھلائیاں اور نعمتیں انھی کے لیے ہیں اسلیے

تم بھی ایسوں کی قربت سے مستفید ہو، ان سے تعلقات بڑھاؤ، انہی کے قریب بیٹھو، ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے انہیں نفع پہنچاؤ۔ اس طرح تم اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندوں میں شامل کر لیے جاؤ گے اور ایسوں کی ہم نشینی سے انشاءاللہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔

لوگوں کی چوتھی قسم وہ ہے جنھیں عالم ملکوت میں عزت اور بزرگی کے ساتھ بلایا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے "جس نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا، دوسروں کو اس کی تعلیم دی، اس کو عالمِ ملکوت میں عزت و عظمت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔" ایسے لوگ آیاتِ خداوندی کو جانتے ہیں، انھیں خدائی اسرار و رموز اور علوم کا امین بنا دیا گیا ہے، اللہ نے ایسے بھید اُن پر کھول دیئے ہیں جو دوسروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے انھیں برگزیدہ اور مقبول بنا لیا۔ انھیں اپنی جانب متوجہ کر کے ہدایت دی اور عظمت عطا فرما دی، اور انکے سینوں کو کھول دیا تاکہ اسرار و علوم کو قبول کر لیں اور انھیں علم و دانش ودیعت کر کے بندوں کو نیکی کی طرف دعوت دینے اور برائی سے ڈرانے والا اور ہادی و شفیع بنا کر اور تصدیق کرنے والے کی حیثیت دے کر انبیاء و رسل (علیہم السلام) کا جانشین اور خلیفہ بنا دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انسانیت کا جوہرِ خاص ہیں اور وہ نبوت کے بعد سب سے بڑے مرتبے پر فائز ہو جاتے ہیں۔

تمھیں چاہیئے کہ کبھی ایسے اشخاص کی مخالفت نہ کرو، ان سے نفرت کرنے اور کنارہ کشی اختیار کرنے سے اجتناب کرو اور ان کی دشمنی اور حکم عدولی سے بچو، ان کی نصیحتوں پر عمل کرو، اس لیے کہ سلامتی انہی کی باتوں میں ہے، اور ان سے دور رہنے اور نفرت کرنے میں گمراہی اور ہلاکت ہے پس اللہ تعالےٰ جسے ہدایت دے اور اپنی توفیق اور مدد سے صراطِ مستقیم پر چلا دے۔

انسانوں کی چار قسمیں تمھارے سامنے بیان کر دی گئی ہیں۔ اگر تم عقل

سے کام لیتے ہو تو اپنے آپ میں غور کرو۔ اگر تم احتراز و اجتناب کی صلاحیت رکھتے ہو تو اپنے حال پر رحم کھاؤ اور اپنے آپ کو بچالو۔ خدا کرے جن کاموں سے وہ دنیا و آخرت میں راضی ہوتا اور پسند کرتا ہے، ہمیں وہی کام کرنے کی ہدایت نصیب ہو۔

مقالہ ۳۴ فعلِ خداوندی پر ناراض نہ ہونے کی تاکید

فرماتے ہیں: تمھیں یہ نہیں چاہیئے کہ تم اپنے پروردگار سے ناخوش ہو کر اس پر اتہام تراشی کر دیا اس پر اعتراض کر کے رزق دینے، مالدار ہونے اور ابتلا اور آزمائش کے سلسلے میں اسکی طرف ظلم کی نسبت کرو۔ اس لیے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور ہر مصیبت کی انتہا ہوتی ہے اور اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ نہ مصیبتوں کا وقت تبدیل ہو سکتا ہے، نہ تکلیف راحت میں بدل سکتی ہے اور نہ عسرت ثروت بن سکتی ہے۔ اس لیے باادب اور خاموش رہتے ہوئے صبر سے کام لو اور پروردگار کی رضا و موافقت چاہو اور اس کے کاموں پر ناراضی یا بہتان و اتہام تراشی سے توبہ کرو کیونکہ ایک دوسرے سے انتقام لینا اور بغیر قصور اور گناہ کے کسی کے خلاف کچھ کرنا بندوں کا کام ہے، خدا کا نہیں۔

خداوند تعالےٰ کی ذات ازل سے بے ہمتا ہے اور تمام چیزیں اس نے بعد میں پیدا کی ہیں اور ان اشیاء کی برائیاں، اچھائیاں بھی بعد کی پیداوار ہیں، اور اسی خالق حقیقی کو ہر چیز کی ابتدا و انتہا کا علم ہے، وہ اپنے فعل میں حکیمِ مطلق ہے، وہ تخلیق کو مضبوط بناتا ہے، اس کا کوئی کام بے سود اور بے فائدہ نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی چیز کو باطل اور بے کار پیدا کرتا ہے اس لیے اس کے افعال میں نقص اور عیب کی نسبت کرنا، ان کو برا کہنا تمھارے لیے مناسب نہیں۔ پس اسکی طرف سے کشائش اور فراخی کا انتظار کرو، اور اگر تم اسکی

رضا سے موافقت کرنے اور اس کے فعل میں فنا ہونے سے عاجز ہو تو نوشتۂ تقدیر کا انتظار کرو۔ پھر زمانہ گزرنے اور میعاد پوری ہونے پر تمھاری حالت بدل جائیگی جسطرح رات ختم ہو کر سحر طلوع ہوتی ہے اور سردی ختم ہونے پر گرمی آجاتی ہے، اسی طرح تمھاری تکلیف راحت میں بدل جائے گی۔ لیکن اگر تم رات شروع ہوتے ہی سحر کے تمنائی ہو تو اس میں کیسے کامیاب ہو گے بلکہ رات کی ظلمتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا تا آنکہ رات کی تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور صبح ہو جائے۔ جب صبح ہو گی تو تمھارا چاہنا یا خاموش رہنا یا اُسے بُرا جاننا یا یا ایسے میں رات کی خواہش کرنا مستجاب نہیں ہو گا اور رات تمھیں نہیں ملے گی کیونکہ تمھاری چاہت بے وقت ہو گی اور تم خواہش بے جا کے سبب عاجز، ناخوش و نادم ہو جاؤ گے۔

چنانچہ سیدھی راہ یہ ہے کہ ان سب باتوں کو چھوڑ دو، اپنے پروردگار کے بارے میں حسنِ ظن رکھو، اس کی رضا سے موافقت شعار کرو اور صبر سے کام لو۔ تمھاری قسمت کی کوئی چیز تم سے نہیں چھینی جائے گی اور جو کچھ تمھارے نصیب میں نہیں ہے، وہ تمھیں نہیں ملے گا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے، خداوند کریم کے حضور خضوع خشوع اور تضرع کے ساتھ دعائیں مانگنا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا اطاعت و عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مجھ سے مانگو، میں تمھاری دعا کو شرفِ قبولیت بخشوں گا۔" مزید فرمایا: "خدا سے اس کا فضل مانگو۔" ان کے علاوہ اور بہت سی آیتوں اور حدیثوں میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ مگر دعا بھی تو وقت مقررہ پر ہی مقبول ہو گی، جب اللہ تعالےٰ اسے قبول کرنے کا ارادہ فرمائیگا۔ تم دعا کرو گے تو تمہارے لیے یا تو بھلائی ہو گی یا یہ دعا قضا اور اس کے معینہ وقت کے مطابق ہو جائے گی اس لیے دعا قبول نہ ہونے پر اللہ پر ہرگز تہمت نہ تراشو اور نہ دعا کرنے میں سستی کرو۔ کیونکہ تمھاری دعاؤں کے اثر سے اگر تمھیں دنیا میں فائدہ نہ ہوا۔ تو

نقصان بھی نہ ہوگا اور اگر دعا عجلت کے ساتھ قبول نہ ہوئی تو آخرت میں اس کا اجر پاؤ گے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ "بندے کو حشر کے دن اپنے دفترِ اعمال میں ایسی بہت سی نیکیاں دکھائی دیں گی جس کا اسے خیال نہ تھا۔" پھر اسے بتا دیا جائے گا کہ یہ اضافی نیکیاں تمھاری ان دعاؤں کے بدلے میں ہیں جو دنیا میں مقبول ہوئی تمھارے مقدر میں نہ تھیں۔

دعا کرنے کا ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ تم اپنے پروردگار کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہوئے اسی سے مانگو گے اور اس کے علاوہ کسی اور سے طلب نہیں کرو گے۔

صبح و مسا، صحت اور مرض میں، عسرت و ثروت کی حالت میں اور سختی و نرمی ہر حال میں صورت یہ ہوگی کہ یا تو تم سوال سے بچتے ہوئے کوئی دعا نہیں کرو گے یا قضا سے موافقت کے باعث فعلِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم اس طرح جھکا دو گے۔ جس طرح غسال کے ہاتھ میں مردہ یا دائی کے ہاتھ میں بچہ یا سوار کے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام ہوتی ہے اور اسے اپنی مرضی سے چلاتا ہے اسی طرح مقدرات تمھیں بھی متحرک رکھتے ہیں۔ لہذا اگر تمھارے نصیب میں ثروت و دولت ہے تو خدا کا شکر کرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں زیادہ عطا فرمائے گا۔ اس نے خود کہا ہے کہ "تم شکر کرو گے تو ہم تمھیں مزید نعمتیں عطا کریں گے" اور اگر تنگی اور سختی کی حالت تمھارا مقدر ہے تو پھر تمھارا دعا اور سوال نہ کرنا خدا کی توفیق سے بلاؤں پر صبر کرنے اور موافقت اختیار کرنے کے مترادف ہے اور صبر و موافقت پر تجھے قائم رکھنا تمھاری مدد کرنا اور مغفرت و رحمت فرمانا خدا ہی کے فضل و کرم سے ہے۔ خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے پھر فرمایا: اگر تم خدا کی رضا میں اس کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرتے ہوئے تمھیں صبر و موافقت میں ثابت قدم رکھے گا۔ پس، جب تم اللہ کے فعل پر ہر اعتراض اور ہر ناخوشی کو ترک کرا پنی خواہش کی مخالفت اور رضائے الٰہی کی موافقت میں خدا تعالیٰ کی مدد کرو گے اور اپنے نفس کے قلع قمع میں کوشاں

ہو گئے اور اگر نفس کفر و شرک پر راغب ہوا تو اپنے صبر اور رب سے موافقت کرنے اور اس کے فعل اور وعدے پر خوشی کے ساتھ راضی رہنے کی کیفیت میں نفس کا سر کچل دو گے تو خدا تعالٰے اس جہاد میں تمہاری مدد فرمائے گا اور اس کا مدد فرمانا اسی کے ارشاد کے مطابق ہے: "اے حبیب! صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، انہی پر اپنے رب کی طرف سے فضل و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"

دوسری صورت یہ ہے کہ تم اپنے رب عظیم کے اس حکم کی تعمیل میں کہ: "اپنے رب کو پکارو" دعا اور عاجزی کے ساتھ روؤ، گڑگڑاؤ، اپنے پروردگار کو پکارنا ہی برمحل اقدام ہے۔ اس لیے کہ خدا نے یہی حکم فرمایا ہے۔ کہ اسی سے سوال کرو اور اس کی طرف رجوع ہو اور اس حکم پر تعمیل کو تمہارے لیے وجہ راحت بنا کر اپنی طرف سے قاصد اور اپنی ملاقات کا وسیلہ اور سبب بنا دیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم دعا کی فوری قبولیت نہ ہونے پر خدا پر تہمت نہ تراشو اور اس سے ناراضی کا تصور نہ کرو۔

چنانچہ سوال کرنے اور خاموش رہنے کی مذکورہ بالا دو حالتوں کے فرق کا اندازہ کر لو اور ان کی حدود سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ کیونکہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور حالت کی گنجائش نہیں۔ پس حد سے گزر کر ظالموں کے زمرے میں داخل ہونے سے ڈرو۔ اگر یہ ہوا تو اللہ تمھیں پہلی قوموں کی طرح ہلاک کر دے گا اور پروا نہیں کرے گا۔ پہلی قوموں پر خدا نے اپنی بلاؤں کو سخت کر دیا اور ہلاک کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اللہ بزرگ و برتر پاک ہے، وہی حال جاننے والا ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

مقالہ ۳۵ رُخصت و عزیمت

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پرہیز گاری اختیار کرنا تمہارے لیے ضروری ہے ورنہ ہلاکت کا پھندا تمہارے گلے میں یوں پڑ جائے گا کہ خدا کی رحمت کے دامن میں ڈھانپ لیے جانے کے علاوہ اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ حبیب خدا علیہ التحیتہ والثنا نے فرمایا: "زہد و ورع دین کی بنا ہے اور طمع دین کی ہلاکت ہے"۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ شاہی چراگاہ کے قرب وجوار میں پھرنے والے سے بعید نہیں کہ اس میں منہ مارے جس طرح کھیتی کے آس پاس رہنے والے مویشی سے زراعت کا سلامت رہنا ممکن نہیں اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم محلِ شبہ میں دس حلال چیزوں سے نو کو حرام میں پڑ جانے کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں اور امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم مباح کے ستر دروازے اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ میں ملوث نہ ہو جائیں"۔

ان حضرات کی یہ احتیاط گناہ و معصیت کی قربت سے بچنے کے لیے ہوتی ہوتی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا: "جان لو کہ ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، جو شخص اس کے ارد گرد پھرے گا، ہوسکتا ہے اس میں جا پڑے۔ اگر کوئی بادشاہ کی چراگاہ میں داخل ہو اور پہلے، دوسرے، تیسرے دروازے سے گزر کر بادشاہ کی چوکھٹ کے بہت قریب ہو جائے۔ یہ شخص اس آدمی سے ہر لحاظ سے بہتر ہے جو میدان کے ساتھ پہلے ہی دروازے پر کھڑا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس پر دروازہ بند بھی کر لیا جائے تو اسے کوئی ضرر نہ پہنچے گا کیونکہ وہ تین دروازے طے کر کے اب اس جگہ سے قریب ہے جہاں شاہی خزانہ اور فوج ہے لیکن پہلے دروازے پر استادہ آدمی پر اگر دروازہ بند کر دیا گیا تو وہ چٹیل میدان

میں تنہا رہ جائیگا اور اسے کوئی بھیڑیا یا دشمن پکڑ لے گا اور اس کی ہلاکت بہت ضروری ہے۔

جس آدمی نے عزیمت کی راہ اختیار کی اور ثابت قدمی سے اس پر چلا لیکن اس سے توفیق و اعانت چھین لی گئی تو وہ دائرۂ شریعت سے نہیں نکلا، اسے رخصت حاصل ہو گئی اور وہ اسی حالت میں فوت ہو جائے تو اسے اطاعت و عبادت ہی پر تصور کیا جائے گا اور اس کے عملِ صالح کی شہادت دی جائیگی۔

جو شخص ہمیشہ رخصت ہی پر رہا، عزیمت کی طرف نہ بڑھا اگر اس سے توفیق و اعانت سلب کر لی گئی اور اس پر ہوائے نفس نے غلبہ کر لیا اور اس نے حرام چیز کو لے لیا تو وہ شریعت سے خارج متصور ہو گا اور اسے خدا کے دشمنوں اور شیطانوں کے گروہ میں سمجھا جائیگا اور اگر توبہ سے پہلے ہی اس کی موت آ گئی تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شمار کیا جائے گا۔ ایک یہ صورت ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے فضل و رحمت میں چھپا لے۔ چنانچہ یاد رکھو کہ رخصت پر قائم رہنے میں شدید خطرات ہیں اور عزیمت پر قائم رہنے میں مکمل سلامتی ہے۔

مقالہ ۳۶ دینداری راس المال اور دنیا اسکا منافع ہے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دین کے کاموں کو راس المال سمجھ کر اسے دنیا کا نفع جانو۔ پہلے تو اپنے وقت کو آخرت کے حاصل کرنے میں خرچ کرو، پھر جو وقت فارغ ہو، اسے دنیا حاصل کرنے کے کام میں لاؤ اور معاش حاصل کرنے میں مصروف ہو لیکن بہرحال دنیا کو آخرت کا سرمایہ نہ بناؤ اور دنیوی امور میں سے کچھ وقت ملے تو اسے آخرت کے کاموں میں صرف کرو اور اس فارغ وقت میں پنجگانہ نماز اس طرح ادا نہ کرو کہ نماز کے ارکان اور سجود مکمل طور پر ادا نہ ہوں اور نہ ہی اطمینان حاصل ہو۔ یہ بھی نہ کرو کہ ایک ہی وقت میں پانچوں نمازیں پڑھو یا سستی کے باعث دشواری محسوس کر کے دن چڑھے

تک پڑ کر سوتے رہو اور تمام دن نفس کی خواہش کے زیرِ اثر کام کرتے ہوئے، شیطان کی متابعت میں اپنے نفس کے مطیع ہو کر آخرت کو دنیا کے بدلے میں بیچ ڈالو حالانکہ نفس تو تمھاری غلامی اور سواری کے لیے ہے اور تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس پر سلامتی کے ساتھ سواری کرتے ہوئے چلو کیونکہ سلامتی ہی خدا کی اطاعت اور آخرت میں کامیابی کا راستہ ہے۔ اس کے برعکس تم نے لگام کو نفس کے سپرد کر دیا ہے اور خواہش نفس کی لذت میں شیطان کی رضا و موافقت شعار کر لی ہے۔

یوں تم نے دین و دنیا کی بہتری چھوڑ کر اور اپنا نقصان کر کے قیامت میں عمل خیر کے نقطۂ نظر سے مفلس تر اور دین کے حوالے سے لوگوں سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے ہو گئے۔ یہ خرابی بھی ہوئی اور نفس کی متابعت کی وجہ سے دُنیا میں بھی تمھیں قسمت سے زیادہ کچھ نہ ملا۔ اگر تم آخرت کی راہ پر چلتے اور آخرت ہی کو دنیا کا سرمایہ سمجھتے تو یہ دین و دنیا دونوں میں گھاٹے کا سودا نہ تھا۔ اس طرح تمھاری قسمت کا جو کچھ تمھیں دنیا میں ملتا وہ تمھارے لیے خوشگوار اور خوش آیند ہوتا اور تم عزت و تکریم کے ساتھ دنیا میں رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی نیت سے آخرت نہیں دیتا بلکہ آخرت کی نیت سے دنیا عطا کرتا ہے۔

آخرت کی نیت ہی عبادت اور اطاعت کی روح اور اصل ہے اس لیے اگر تم زہد و عبادت کے ساتھ دنیا میں اطاعتِ خداوندی میں مصروف رہتے ہوئے آخرت مانگو گے تو محبت و اطاعتِ الٰہی کے باعث خواص میں شامل ہو جاؤ گے اور تمھیں بہشت کی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور تم رحمتِ خداوندی کے جوار سے مستفید ہو گے لیکن دنیا کی خدمت و اطاعت میں لگے رہنے سے تمھیں صرف اتنا ہی ملے گا جو تمھاری قسمت میں ہے۔

چنانچہ ہر حال میں خالق و مالکِ حقیقی کی اطاعت و اتباع ضروری ہے اگر تم

آخرت کے تصور سے ہٹ کر دنیا میں مشغول ہو گئے تو قہرِ الٰہی کے مستوجب ہو جاؤ گے اور آخرت کی بھلائیاں تمھارے مقدر میں نہیں ہوں گی بلکہ دنیا کی تنگی اور سرکشی تمھیں ملے گی اور تمھاری قسمت کی ہر چیز بھی قہر خداوندی کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے دنیا بھی خدا کی ملکیت میں ہے اور خدا کے نافرمانوں کو ذلت کا پیغام دیتی ہے اور اس کے فرماں برداروں کو عزت کا مقام دیتی ہے۔ اس موقع پر رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیشِ نظر رہے کہ: "دنیا و عقبیٰ دو سوکنوں کی طرح ہیں، ان میں سے ایک کو خوش کرنا چاہو گے تو دوسری ناخوش ہو جائے گی۔" خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کہ تم میں سے کچھ دنیا کے اور کچھ آخرت کے طالب ہیں۔" اس لیے تمھیں غور کرنا چاہیئے کہ تم آخرت کے خواہشمند ہو یا دنیا کے۔ دنیا میں رہتے ہوئے ان دونوں میں سے کس سے محبت کرتے ہو، دنیا کے بعد جب تم آخرت میں لوٹو گے تو وہاں بھی ایک فریق دنیا کا اور دوسرا آخرت کا خواہشمند ہو گا۔ اسی طرح قیامت میں بھی جنتیوں اور جہنمیوں کے دو فریق ہوں گے۔ ان میں سے ایک گروہ اپنے حساب کی طوالت کے باعث حشر کے میدان ہی میں کھڑا رہ جائے گا۔ باری تعالیٰ جل وعلا کا ارشاد ہے:
"وہ دن تمھارے اندازے کے مطابق پچاس ہزار سال کا ہو گا اور ہر دن ایک ہزار سال جتنا ہو گا۔" اور ایک گروہ عرش کے زیرِ سایہ ہو گا جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم حشر کے دن عرش کے سائے میں ان دستر خوانوں پر بیٹھو گے جن پر طاہر کھانے، عمدہ پھل اور برف سے ٹھنڈا، دُودھ سے زیادہ سفید شہد ہو گا۔" ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ لوگ بہشت کے اندر اپنے مکانوں کو دیکھیں گے۔ جب مخلوق حساب سے فارغ ہو جائے گی تو انھیں بہشت میں داخل کیا جائے گا اور انھیں ان کے گھروں میں لے جایا جائے گا۔ جس طرح دنیا میں کسی کو منزلوں کا پتا بتایا جاتا ہے۔

یہ مقام و مرتبہ ان لوگوں کو اس لیے حاصل ہوا کہ انھوں نے دنیا کے بجائے

آخرت کی خواہش کی اور جن لوگوں کو حساب کتاب کے حوالے سے مختلف سختیاں اور ذلتیں سہنی پڑیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے آخرت کو چھوڑ کر خداوند کریم کے احکام کی پروا نہ کی اور قیامت کو فراموش کر بیٹھے۔ ان لوگوں کو جیسی اذیتیں نصیب ہوں گی، ان کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اس لیے اپنے آپ پر رحم کرتے ہوئے دونوں فریقوں میں سے بہتر فریق میں سے ہو جاؤ اور بُرے رفقائے سے اور انس وجن کے شیطانوں کو چھوڑ کر کتاب وسنت کو اپنا رہنما و مقتدا سمجھتے ہوئے سوچ سمجھ کر اس راہ پر چلنا چاہیئے اور نفس کی خواہشوں کو رہنما نہ بنانا چاہیئے۔ خالق ومالک جل شانہ، کا ارشاد ہے: "یہ رسول جو دین تمھارے پاس لائے ہیں، اسے اپنے لیے لازم سمجھو، اور جس جس کام سے یہ منع کریں اس سے منع ہو اور خدا کا خوف کرتے ہوئے رسولِ خدا کی مخالفت کو شعار نہ کرو۔" یعنی جو چیز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اس کے بجائے اپنے نفس کی خواہش سے کوئی نیا عمل، کوئی نئی عبادت اختیار نہ کرو۔ جو قوم گمراہ ہو کر رہبانیت شعار کر چکی تھی، اس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے "ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی۔" اسی طرح اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل سے الگ اور پاک صاف کرتے ہوئے باری تعالےٰ نے فرمایا: "یہ نبی اپنی طرف سے تو کوئی بات نہیں کرتے ان کی ہر بات ان پر نازل کی گئی وحی کے مطابق ہوتی ہے۔" ایک اور جگہ فرمایا "اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا کے محبوب بننے کی خواہش رکھتے ہو تو میری اطاعت و اتباع کرو، اللہ تمھیں محبوب بنا لے گا۔"

اس سے واضح ہو گیا کہ محبتِ خداوندی کی راہ میں اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔ خود آقا حضور نے فرمایا: میرے ظاہری اعمال کی متابعت سُنت ہے اور میری باطنی حالت توکل اختیار کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تم حضور کی سنت اور باطنی حالت کے درمیان ہو۔ اگر تمھارا ایمان مستحکم نہیں تو سنت پر عمل کرتے رہو، اگر ایمان پختہ ہے تو پھر توکّل کی حالت کو اپنا لو جیسا

کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا: "صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔" پھر فرمایا: "اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" چنانچہ توکل کا حکم دے کر تمھیں تنبیہ کی گئی ہے۔ اس نے اپنے نبی کو بھی توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے تم بھی اپنے تمام اعمال میں خدا اور اس کے رسول کی پیروی شعار کرلو، ورنہ تم مردود قرار دے دیئے جاؤ گے۔ جیسا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے: "جس کے احکام ہمارے احکام کے خلاف ہیں، وہ مردود ہے۔" یہ ارشادِ نبوی تمام اقوال، اعمال اور رزق کے حصول کے لیے عام ہے۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بعد کوئی نبی نہیں جس کی پیروی کی جائے اور نہ قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب ہے جس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ اس لیے قرآن وسنت سے تجاوز کسی حالت میں نہ کرو، ورنہ نفس اور شیطان تمھیں گمراہ کردیں گے۔ فرمانِ خداوندی ہے "نفس کا اتباع نہ کرو ورنہ تم راہِ خدا سے بھٹک جاؤ گے۔" چنانچہ سلامتی اسی میں ہے کہ کتاب وسُنت کی پیروی کرو۔ اس سے ہٹنا ہلاکت اور تباہی ہے اور مومن کتاب وسنت کے احکام پر عمل کر کے ہی ولایت وابدالیت اور غوثیت کے مرتبے تک ترقی کرسکتا ہے۔

مقالہ ۳۷ کسی سے حسد نہ کرو

حضرت فرماتے ہیں: اے مومن! میں تمھیں ہمسائے کے کھانے پینے، نکاح مکان، لباس اور خدا کی عطا فرمودہ ثروت اور غنا پر حسد کرتے ہوئے کیوں دیکھتا ہوں۔ یہ نعمتیں اُسے اس لیے حاصل ہیں کہ خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دی ہیں۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حسد کرنا ایمان کے ضعیف ہونے کی علامت ہے اور یہ تمھیں اپنے خالق ومالک کی نظروں سے گرادے گا اور تم کو اس کے قہر وغضب کا نشانہ بنادے گا۔ کیا تم نے حدیث قدسی نہیں سنی کہ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "حاسد میری نعمتوں کے دشمن ہیں"۔ کیا تم نے حضور علیہ السلام کا فرمان

نہیں سنا کہ "جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔"

پھر یہ بھی تو بتاؤ کہ تمہیں کس چیز کا حسد ہے؟ دوسرے آدمی کی قسمت پر یا اپنی قسمت پر۔ اگر تم اس بندے کے مقدر پر حسد کرتے ہو جسے خدا نے عطا کیا ہے جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے: "دنیوی زندگی میں اپنے بندوں میں ہم خود رزق تقسیم کرتے ہیں۔" تو تمہارا یہ اقدام ظلم ہوگا کیونکہ اس بندے کو تو اپنے رب کی نعمتیں بطور فضل کے عطا کی گئی ہیں اور صرف اسی کو دی گئی ہیں، اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں۔ چنانچہ اس صورت میں اس پر حسد کرنا تمہارے سب سے زیادہ بخیل، احمق اور ناقص العقل ہونے پر دال ہے، کیونکہ کسی کی قسمت کا حصہ کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا، ذاتِ باری تعالیٰ اس چیز سے پاک ہے، اس کا ارشاد ہے: "نہ میرے قول میں تغیر و تبدل ہوتا ہے، نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔"

یقین کامل رکھو کہ خداوند تبارک و تعالیٰ تم پر کبھی یہ ظلم نہیں کر سکتا کہ تمہاری قسمت کی کوئی چیز کسی دوسرے کو منتقل کر دے۔ تم محض اپنی جہالت کی وجہ سے حسد کر کے اپنے بھائی پر ظلم کر رہے ہو۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ اپنے بھائی سے حسد کرنے کے بجائے ان خزانوں اور سیم و زر کی کانوں والی زمین پر حسد کرتے جو عاد و ثمود اور قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں نے جمع کئے تھے کیونکہ جو مال تمہارے ہمسائے کے ہاں ہے وہ ان خزانوں کے ہزارویں حصے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، اس لیے تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جو بادشاہ کی حشمت اسکے لشکر، حکومت، مال و دولت اور طرح طرح کی نعمتوں کو دیکھ کر تو حسد نہیں کرتا مگر اس جنگلی کتے سے حسد کرتا ہے جو بادشاہوں کے کتوں کی خدمت کے ذریعے ان کے ساتھ مل بیٹھتا ہے اور ان کے پاس صبح و شام رہتے ہوئے بادشاہ کے مطبخ سے بچا ہوا کھانا کھا کر زندگی گزارتا ہے اور تم اس کے مرنے کے انتظار میں رہتے

ہو کہ وہ مرے اور تم اس کا حصہ حاصل کر سکو' اس کام کا زہد اور دین سے کوئی تعلق نہیں۔ بتاؤ کہ دنیا میں اس سے بڑا جاہل، احمق اور نادان کون ہو سکتا ہے۔ اور اگر تمھیں پتا چل جائے کہ قیامت کے دن تمھارے ہمسائے کو اپنے مال و دولت کی وجہ سے کتنا حساب دینا پڑے گا، اگر اس نے نعمتوں کے صلے میں خدا کی اطاعت نہ کی، حق نعمت ادا نہ کیا اوامر و نواہی پر نہ چلا، اطاعتِ خداوندی کے لیے مدد نہ چاہی۔ ایسا شخص تو یہ کہے گا کہ کاش مجھے ذرہ بھر نعمت نہ دی گئی ہوتی اور میں ان نعمتوں کی شکل بھی نہ دیکھتا۔ کیا تم نے یہ حدیث پاک نہیں سُنی۔ کہ قیامت کے دن جب یہ لوگ دنیا کے مصیبت زدوں کے اجر و ثواب کو دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش ہمارا گوشت دنیا ہی میں کاٹ دیا جاتا۔ تمھارا پڑوسی بھی یہ خواہش کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں تمھاری طرح ہوتا۔ اس لیے کہ اس کا حساب بہت طویل ہوگا اور وہ سورج کی دھوپ میں پانچ ہزار سال کھڑا رہے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے دنیا ہی میں نعمتوں کا مکمل فائدہ اٹھالیا اور تم محروم رہے لیکن تم عرش کے سائے میں مختلف نعمتوں کو دیکھ کر خوش و خرّم ہو گے۔ یہ نعمتیں اور راحتیں تمھیں اس لئے ملیں گی کہ تم نے دنیا کی سختیوں تنگیوں، آفتوں اور فقر و فاقہ کو اپنے رب تعالیٰ کی رضا و موافقت کے لیے برداشت کیا۔ تمھاری قسمت میں فقر و فاقہ تھا اور دوسرے کے مقدر میں ثروت و دولت۔ تمھیں دنیا میں سختیاں ملیں اور دوسرے کو کشادگی اور عافیت — اور تم نے سختیوں پر صبر کرتے ہوئے نعمتوں پر شکر ادا کیا اور اپنے تمام امور خداوند تعالےٰ کے سپرد کر دیئے تھے۔

مقالہ ۳۸ نصیحت

حضرت قطب ربانی غوث صمدانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مولا کا کام سچائی اور خلوص کے ساتھ کیا، وہ صبح و شام غیر اللہ

سے نفرت کرتا رہا۔ اے قوم! اس چیز کا دعویٰ نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں اور خدا کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہوئے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ ورنہ قضا و قدر کے جو تیر تمہیں صرف زخمی کرنے کے لیے پہنچتے ہیں، ہلاک کرنے کے لیے نہیں، تم ان کا نشانہ بن کر خدشات کا شکار ہو جاؤ گے۔ جو شخص خداوندِ تعالیٰ کی راہ میں ہلاک ہوتا ہے، اس کا اجر خود خدا کی شانِ کرم کے ذمہ ہوتا ہے۔

مقالہ ۳۹ حکمِ الٰہی یا خواہش نفسانی

فرماتے ہیں: کوئی چیز حکمِ خداوندی کے بغیر محض نفس کی خواہش پر حاصل کرنا گمراہی اور خالق و مالک کی مخالفت ہے اور حکمِ الٰہی پر خواہشاتِ نفسانی کے بغیر کسی چیز کو لینا خدا تعالیٰ کی موافقت ہے اور ایسی چیز کو چھوڑ دینا ریا اور نفاق ہے۔

مقالہ نمبر ۴۰ - اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہونا

حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا۔ جب تک تم اپنے سارے احکامِ بشری سے مخالفت اور اپنے اعضا و جوارح سے جدائی اختیار نہ کر لو، روحانی لوگوں (اولیاء اللہ) کی جماعت میں داخل ہونے کی آرزو اور امید ہرگز نہ کرو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب تم اپنی حرکات و سکنات سننے، دیکھنے، بولنے پکڑنے اور چلنے سے اور عقل و عمل سے اور ان تمام چیزوں سے جو روح پھونکنے سے پہلے اور اس کے بعد تم میں پائی گئیں — ان سب سے خالی نہ ہو جاؤ۔ اس لیے کہ یہی چیزیں تمہارے پروردگار کے درمیان حائل ہیں۔ جب تم روحِ خالص بن گئے تو گویا "سر السّر" اور "غیب الغیب" ہو جاؤ گے اور اپنے اسرار میں ہر شے سے علیحدہ ہو کر اس کو دشمن، اور حجاب جاننے لگو گے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کیلئے فرمایا تھا۔ "یہ سب میرے دشمن ہیں اور رب تعالیٰ میرا دوست ہے"۔ اسی طرح جب تم اپنے وجود کے تمام اعضا و اجزا کو تمام مخلوق کو

بُت تصور کر کے ان میں سے کسی کی اطاعت نہ کرو گے تو تمھیں علم لدُنّی کے اسرار و غرائب کا امین بنا دیا جائے گا اور تم سے تکوین اور خرق عادات کی طرح کے ایسے امور ظاہر ہونے لگیں گے جو قدرتِ الٰہی کی قبیل سے ہیں اور جو قوت اہل ایمان کو جنت میں ودیعت ہو گی، تمھیں دنیا ہی میں سونپ دی جائے گی۔ پھر تمھاری حالت یہ ہو گی جیسے تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ آخرت میں زندہ کیا گیا ہے اور تمھارا سارا وجود خدا تعالےٰ کی قدرت کا مظہر بن جائے گا۔ تم خدا ہی کے ساتھ سنو گے، اسی کے ساتھ دیکھو گے، بولو گے، اسی سے پکڑو گے، اسی سے چلو گے، اسی کے ساتھ غور و فکر کرو گے اور اسی کے ساتھ سکون و طمانیت حاصل کرو گے۔ تم خدا کے سوا ہر چیز سے اندھے اور بہرے ہو جاؤ گے۔ تمھیں صرف اوامر و نواہی کے حدود کی حفاظت کا خیال ہو گا، کسی غیر کا وجود تمھیں نظر نہیں آئے گا۔ اگر شرعی حدود میں سے کوئی حد تم میں سے کم ہو جائے تو سمجھ لو کہ تمھیں فتنے میں ڈال دیا گیا ہے اور شیاطین تمھارے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ چنانچہ تم اسی وقت شرعی حکم کی طرف رجوع کرو اور کبھی اس سے جدا نہ ہو اور اپنے آپ کو ہوا و ہوس سے دور رکھو۔ یاد رہے کہ جس چیز کی اجازت شریعت نہ دے وہ الحاد، زندقہ اور کفر ہے۔

مقالہ ۱۸ غنا، نکبت اور پھر غنا

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم غنا اور تونگری کے سلسلے میں ایک مثال دے کر تمھیں کہتے ہیں کہ کیا تم نے اس بادشاہ کو نہیں دیکھا جس نے عامۃ الناس میں سے کسی آدمی کو کسی شہر کی حکومت سونپی، اس کو خلعت سے نوازا، اسے پرچم، نقارہ و طبل اور لشکر عطا فرمایا۔ ایک طویل مدت تک اس منصب پر رہنے کے بعد وہ سمجھا کہ یہ سب کچھ دائمی ہے اور اپنی ذلت و نکبت کی پہلی حالت کو بھول بیٹھا، جب وہ محتاج اور گمنام تھا۔ اسکے نفس میں کبر و نخوت آ گئی۔ یکایک بادشاہ نے اوامر و نواہی سے تجاوز کرنے

پہ اور دوسرے جرائم کے ارتکاب پر اس کا محاسبہ کیا اور بادشاہ نے اسے تنگ و تاریک قید خانے میں محبوس کر دیا۔ اور اس کی قید کا زمانہ دراز کر دیا۔ پھر اس کی ذلت و خواری اور محتاجی مستقل حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اس کے کبر و نخوت اور غرور کی کیفیتیں ختم ہو جاتی ہیں، وہ شکستہ دل ہو جاتا ہے، اس کی خواہشاتِ نفس کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ بادشاہ یہ تمام حالات جانتا ہے پھر وہ اس شخص پر رحمت و رافت کی نظر کرم کرنے، اسے قید خانے سے نکالنے، اس کے ساتھ احسان کرنے، اسے خلعت عطا کرنے کا حکم دے، اسے پہلے سے زیادہ علاقے کی حکومت عطا کرے اور یہ سب کچھ پاک صاف ہو کر اسے دائمی طور پر مل جائے اور پھر واپس نہ لی جائے۔

بالکل یہی حالت ایک مومن کی ہے۔ اللہ جب اسے اپنا مقرب اور برگزیدہ بندہ بناتا ہے تو اس کے دل کی نگاہ میں رحمتِ خداوندی اور احسان و انعام کے دروازے وا ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے جنھیں کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی، کوئی کان سُن نہیں سکتا اور کوئی انسان اس کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ انسان غیب کی چیزوں اور زمین و آسمان کے فرشتوں کو دیکھتا ہے اور اسے قرب خداوندی کی وہ منزل حاصل ہے کہ اس کو لذیذ و لطیف کلام، وعدۂ جمیل، محبوبیت، اجابت دعا، کلمات حکمت اور ایفائے عہد اور اس قسم کی نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ یہ چیزیں مقام بعید سے اس کے دل کے راستے اس کی زبان پر لائی جاتی ہیں اور صرف یہی نعمتیں نہیں، ان کے علاوہ بھی تمام ایسی نعمتیں اسے عطا کی جاتی ہیں جو اس کے جسم اور اعضا، اس کے کھانے پینے، پہننے، نکاح حلال و مباح اور حدود کی حفاظت کے حوالے سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

یہی حالت اس مجذوب پر ایک مدت تک رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مغرور ہو کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ حالت ہمیشہ قائم رہنے والی ہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ اس پر رنج و تعب اور مصیبتوں کے در وا کر دیتا ہے، وہ جانی و مالی نقصان اور اہلِ خانہ کی طرف سے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر

وہ اپنی اس حالتِ تباہ کو دیکھتا ہے تو اسے بہت بُرا محسوس کرتا ہے اور اپنے دل کی باطنی حالت اسے اور زیادہ غمگین اور افسردہ کر دیتی ہے۔ پھر اگر وہ ان مصائب و آلام کے ختم کرنے کی دعا کرتا ہے تو اس کو بھی شرفِ قبول نہیں بخشا جاتا، اگر اللہ سے وعدۂ جمیل کی طلب کرتا ہے تو اس کی تکمیل بھی نہیں ہوتی۔ اگر اس سے کسی شے کا وعدہ کیا گیا تھا تو اس کے پورا ہونے کی سبیل بھی نہیں نظر آتی کوئی خواب دیکھتا ہے تو اس کی تعبیر و تصدیق کے ذریعے کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ اگر مخلوق کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا بھی کوئی راستہ نہیں ملتا۔ اگر ایسے میں وہ عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کر لیتا ہے تو عذاب و سزا اس پر سبقت کرتی ہے اور لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں اس کی عزت و آبرو کی طرف بڑھتی ہیں۔ اگر وہ اپنی اس حالت سے پہلے والی برگزیدگی اور قرب کی حالت کی طرف جانا چاہتا ہے تو یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوتی اور اگر موجودہ تکلیف اور بلا کی حالت میں راضی اور خوش رہ کر اسی سے لطف اندوز ہونے کی خواہش کرتا ہے تو اس میں بھی کامیاب نہیں ہوتا۔

ایسے میں عاجزی اور بے کسی کے سبب اس کا نفس پگھلنے لگتا ہے، خواہشات ختم ہونے لگتی ہیں، آرزوئیں اور ارادے زائل ہونے لگتے ہیں اور ہستیاں نابود ہو جاتی ہیں۔ یہ حالت اسی طرح رہتی ہے بلکہ تنگی میں مزید شدت اور اضافہ ہو جائے گا۔ اس عالم میں جب اس کے انسانی اخلاق اور بشری صفات ختم ہو کر محض روح باقی رہ جائے گی تو اپنے باطن میں اس آواز کو سنے گا۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام کو سنائی دی تھی کہ "اپنے پاؤں کو زمین پر مارو۔ نہانے، پینے کا خوشگوار ٹھنڈا پانی پاؤ گے۔"

اس کے بعد خداوند کریم اس مومن کے دل میں اپنی رافت و رحمت اور لطف و احسان کے ذریعے اس کی رُوح کو حیاتِ تازہ عطا کر دے گا اور اپنی معرفت کی خوشبو اور اپنے علوم کے دقائق کی حیات بخش ہوائیں چلائے گا اور اس پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے کھول دے گا۔ پھر عامۃ الناس کو اسکی طرف

اس حد تک مائل کر دے گا کہ وہ اپنی دولت و مال خرچ کر کے اسکی خدمت کرینگے۔ بادشاہ اور اس کے مصاحب بھی اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور لوگوں کی زبانوں پر ہر جگہ اس کی تعریف ہو گی، اس کا پاکیزہ ذکر و بیان ہو گا اور لوگوں کے پاؤں اس کے پاس آنے کے لیے بے قرار ہوں گے۔ حتیٰ کہ اسے ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز کر کے اس کی ظاہری تربیت تو مخلوق کے ذریعے کروائی جائے گی اور باطنی تربیت خداوند کریم اپنے لطف و کرم سے خود کرے گا۔

جب اسے اس مقام پر مداومت حاصل ہو جائے تو اسے وہ مرتبہ عطا کیا جائے گا جو نہ کسی نے دیکھا، نہ سنا اور نہ کسی کے دل میں اسکی عظمت کا احساس سما سکتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمایا۔ "کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ اس کے اعمال کی جزا کے طور پر اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے۔"

مقالہ ۴۲ تنگی اور فراخی

حضرت محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نفس کی دو ہی حالتیں ہیں، تیسری نہیں۔ ایک عافیت کی حالت ہے، دوسری بلا و تکلیف کی۔ جب نفس بلا کی حالت میں ہوتا ہے تو گھبرا جاتا ہے، شکایت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ اعتراض کرتا ہے اور باری تعالیٰ پر اتہام تراشی کرتا ہے۔ صبر اور رضا و موافقت سے کام نہیں لیتا بلکہ اسباب ظاہری کی تلاش میں خدا کی بے ادبی کا ارتکاب کر کے کفر کرتا ہے۔ مگر جونہی سکون و عافیت پاتا ہے تو سرکشی کرتے ہوئے لذات و شہوات میں کھو جاتا ہے اور ایک خواہش کی تکمیل کے بعد دوسری کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ کھانے پینے، لباس، نکاح، مکان، سواری کسی قسم کی نعمتیں جو اسے میسر ہوں، ان کو حقیر سمجھتا ہے، ان میں نقص نکال کر ان سے اعلیٰ نعمتوں کی خواہش کرنے لگتا ہے اور جو شے اسکی قسمت میں نہیں ہوتی، چاہتا ہے کہ

جنھیں وہ شے حاصل ہے، ان سے سلب ہو جائے اور اپنے مقدر کی چیز سے منہ پھیر لیتا ہے۔

اس طرح انسان اپنے نفس کو بڑی سختی میں ڈال دیتا ہے اور جو چیز اسکے پاس ہے، اس کی قسمت میں ہے، اس پر رضامند نہیں ہوتا۔ اسکی وجہ سے جب وہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے سوا کوئی اور خواہش نہیں کرتا اور تمام موجودہ لذتوں کو فراموش کر دیتا ہے اور ان میں سے کسی شے کو نہیں چاہتا۔ پھر جب نفس کو اس بلا سے نجات دے دی جاتی ہے تو وہ پھر اسی سرکشی اور عیش و تکبر میں منہمک ہو کر اطاعتِ خداوندی سے پھر جاتا ہے اور گناہوں میں اس طرح گرفتار ہو جاتا ہے کہ تمام گزشتہ مصیبتوں کو بھلا ڈالتا ہے۔

ایسی صورت میں اس کو پہلے سے بھی زیادہ سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ اس کو اس کی سرکشی اور گناہوں کی سزا ملے تاکہ آئندہ وہ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کو شعار بنالے۔ چونکہ عافیت و نعمت سے اس نے نفس کی اصلاح نہ کی تھی اس لئے اس کی حفاظت مصائب و مشکلات ہی سے ممکن ہے۔ اب اگر اس نے ان بلاؤں کے اختتام تک حسن ادب سے کام لے کر اپنی قسمت پر اکتفا کیا اور اطاعت و رضائے الٰہی پر کاربند ہو گیا تو اسے دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو گی، اس کے لیے نعمتوں میں اضافہ کر دیا جائیگا، وہ خداوند کریم کی رضا و توفیق اور خوشنودی کا استحقاق حاصل کر لے گا۔

چنانچہ جو شخص دنیا و آخرت میں سلامتی چاہے، اسے صبر و رضا سے کام لینا چاہیئے۔ وہ مخلوق سے شکوہ و شکایت کے بجائے اپنی ضروریات کو اپنے خالق کے سپرد کر دے اور اس کی اطاعت و متابعت میں مشغول ہو کر اس کے کرم کا منتظر رہے۔ خدا کے علاوہ کسی اور شکوہ کرنے کے بجائے اس کے لیے

یہی بہتر ہے اور تمام اشیا سے محروم رہنا دراصل اس کے لیے خدا کی عطا و بخشش کا مظہر ہے اور اگر نعمتیں حاصل ہوئیں تو گویا اس کے لیے عقوبت ہے۔ مصیبتوں اور بلاؤں کا نزول نفس کا علاج ہے اور خدا کا وعدہ نقد ہے۔ اس کا فرمان فعل اور اس کی مشیت حالت ہے۔ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کُن فرماتا ہے پھر فیکون، وہ ہو جاتا ہے۔

تمام افعال خداوندی حسن ہیں اور حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے بندوں سے ان مصالح اور حکمتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور اس میں وہ یکتا ہے اس لیے بندے کو چاہیئے کہ رضا و تسلیم کی منزل میں اسکی عبادت میں لگا رہے۔ جن کاموں سے اس نے روکا ہے، نہ کرے اور جن کے کرنے کا حکم دیا ہے، ان کو کرے۔ قضا و قدر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے معاملات ربوبیت میں دخل نہ دے، اپنے تمام کاموں میں سکوت اختیار کرے اور ربّ کریم پر ہرگز تہمت نہ لگائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، انہوں نے فرمایا: "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھا۔ حضورؐ نے اچانک فرمایا: "اے غلام! تم خدا کی حفاظت کرو، وہ تمھاری حفاظت کریگا اور جب تم خدا کے حقوق کے پاسدار اور محافظ بن جاؤ گے — تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔"

چنانچہ ضروری ہے کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگو اور نہ کسی سے مدد طلب کرو، اس لیے کہ جو حالات پیش آنے ہیں وہ تو قلم لکھ چکا ہے اور اگر کوئی شخص قضا و قدر کے فیصلوں کے خلاف تمھیں نفع پہنچانے کی خواہش رکھتا ہے تو اسے اس پر قدرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے استطاعت کے مطابق احکام خداوندی پر بصدقِ دل اور بہ یقینِ محکم عمل کرو اور اگر تمھیں عمل کی استطاعت نہیں ہے تو مجبوراً صبر کرنے ہی میں بہتری ہے۔

یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ صبر اور نصرت میں گہرا تعلق ہے اور تکالیف اور

فراخی میں ربط ہے کیونکہ ہر تنگی کے بعد فراخی نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ مومن کو چاہیئے کہ اس حدیثِ مبارکہ کو اپنے دل میں سمو لے اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں اسی پر عمل کرے۔ اسی طرح دنیا و عقبیٰ میں سلامتی اور عزت و رحمت کے ساتھ رہنا ممکن ہے۔

مقالہ ۴۳ ماسوی اللہ سے سوال

فرمایا: مخلوق سے وہی سوال کرتا ہے جو خدا تعالےٰ کو نہ جانتا ہو۔ اور اس کے ایمان، یقین اور عرفان میں ضعف ہو اور اسے صبر کی دولت نصیب نہ ہو اور غیر اللہ سے سوال کرتے سے وہی محفوظ رہا جسے خداوند عزوجل کی معرفت کا علم حاصل ہے اور اس میں ایمان و یقین کی قوت موجود ہے اور اسے ہر لحظہ معرفت حق حاصل ہے اور وہ اللہ تعالےٰ سے حیا کرتا ہے۔

مقالہ ۴۴ عرفاء کی دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ

حضرت نے فرمایا: اہلِ معرفت کی دعاؤں کی قبولیت اور ان سے کیئے گئے وعدوں کی تکمیل اس لئے نہیں ہوتی کہ کہیں ان پر امید غالب نہ ہو جائے کیونکہ امید و بیم ہر حالت اور ہر مقام پر موجود ہیں اور یہ خوف و رجا پرندے کے دو پروں کی طرح ہیں کہ اس کی پرواز دونوں بازوؤں کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ چنانچہ بیم و رجا کے بغیر ایمان کی تکمیل بھی ممکن نہیں اور حال و مقام کے بغیر کوئی آدمی عروج و کمال کی منزل کو نہیں پا سکتا۔ ہر حالت اور ہر مقام کے مطابق بیم و رجا لازمی ہے اور عارف چونکہ تقرب خداوندی کا حامل ہوتا ہے اس لیے اس کا حال و مقام یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی طرف مائل نہ ہو۔ نہ کسی اور سے آرام و سکون لے، نہ کسی اور سے انس کرے۔ پس، اگر عارف اپنی دعا کی قبولیت چاہتا ہے اور خداوند تعالےٰ سے وفائے عہد طلب کرتا

ہے تو یہ اس کے منصب سے کمتر بات ہے اور اس کے لیے زیبا نہیں۔

دعا کی مقبولیت اور ایفائے عہد نہ کرنے کی دو وجوہ ہیں ایک یہ کہ امید کا غلبہ نہ ہو اور اپنے پروردگار کی خفیہ تدابیر کا غرور غالب آ کر وہ پاس ادب سے غفلت نہ کر بیٹھے کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہو سکتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی خواہش و طلب اپنے رب کریم کے ساتھ کسی اور شے کو شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے اس لیے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بغیر دنیا میں ظاہراً کوئی معصوم نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور وعدے کا ایفا نہیں کرتا۔ تاکہ وہ طبعاً سوال کرنے کا عادی نہ ہو جائے کیونکہ اس میں شرک ہے۔ اور شرکِ خفی تمام احوال و مقامات میں قدم قدم پر موجود ہے۔ البتہ جب سوال تعمیل حکم میں ہو تو وہ حق کی قربت کو مزید پختہ کرتا ہے جس طرح نماز روزہ اور دوسرے فرائض و نوافل قرب حق کو مضبوط کرتے ہیں اس لیے کہ حکم ہونے کی وجہ سے سوال کرنا اہلِ معرفت کے لیے تعمیلِ حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔

مقالہ ۴۵ نعمتوں کے ذریعے ابتلا

حضرت غوث اعظم نے فرمایا: جان لو کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنہیں نعمتیں عطا کی گئی ہیں دوسرے وہ جنہیں خدا کے حکم سے مصائب میں مبتلا کیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں پر نعمتوں کی ارزانی ہوتی ہے، وہ گناہ اور کدورت سے خالی نہیں ہوتے اور وہ ان نعمتوں سے بہت آسائش کی حالت میں ہوتے ہیں کہ یکایک تقدیر خداوندی ان پر قسم قسم کی مصیبتیں، بلائیں۔ اور امراض میں سے ایسی چیز کو لے آتی ہے جس کی وجہ سے تکدر کا تسلط ہو جاتا ہے اور ان کے جان و مال اور اہل و عیال پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس کی وجہ سے ان کی زندگی اس درجہ بے کیف ہو جاتی ہے، گویا انھیں کبھی نعمتیں ملی ہی نہ تھیں۔ پھر وہ نعمتوں کو اور ان کی حلاوتوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔

اور اگر وہ مال، جاہ و حشم، لونڈیوں، غلاموں کے ساتھ باثروت ہوتے ہیں اور دشمنوں سے مامون و محفوظ رہتے ہیں اور نعمتوں کی حالت میں اس طرح مگن ہیں کہ مصائب و آلام کو محسوس ہی نہیں کرتے یا حالتِ بلا میں اس طرح مایوس ہیں کہ وجودِ نعمت کو محسوس نہیں کرتے تو یہ صورتیں خداوند کریم سے بے خبری اور دنیا کی محبت کی دلیل ہیں۔ اگر وہ یہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اسے کر دیتا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل کرنا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، تونگری اور نکبت، بلندی اور پستی، عزت و ذلت، زندگی اور موت اور تقدیم و تاخیر سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے، تو موجودہ نعمتوں پر کبھی اطمینان اور تکبر نہ کرتے اور مصائب اور بلاؤں کی حالت میں کبھی خوشحالی اور آرام سے مایوس نہ ہوتے۔

ان کا یہ عالم اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ دنیا کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ یہ بلاؤں کا گھر ہے جو تلخیوں، جہالت، تکلیفوں—اور کدورتوں کی جگہ ہے۔ دنیا کی اصل مصائب و بلیات ہیں اور نعمتیں اس کی اصل کے خلاف ہیں۔ چنانچہ دنیا حنظل کی طرح ہے۔ اس کا پھل تو تلخ ہے مگر اثر اچھا ہے۔ کوئی آدمی اس کی شیرینی کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک اس تلخابے کو نوشِ جان نہ کر لے۔ کوئی شخص شہد کو ہرگز نہیں پا سکتا جب تک بلاؤں کا زہراب نہ پیئے۔ چنانچہ جس نے دنیا کی بلاؤں پر صبر کیا، اسے دنیا کی نعمتیں نصیب ہوئیں۔ کیونکہ جب تک مزدور کی پیشانی عرق آلود نہ ہو، اس کا جسم تھک نہ جائے، روح غمگین اور دل تنگ نہ ہو، اس کی قوت زائل، اپنے جیسی مخلوق کی خدمت کرنے پر نفس

ذلیل اور نفسانیت شکستہ نہ ہو، اسے مزدوری نہیں دی جاتی۔ جب مزدور ان سب کڑواہٹوں کو پی لے، یہی تلخیاں اس کے لیے اچھے کھانوں، میووں لباسوں اور راحتوں کی نوید لاتی ہیں۔ اگرچہ کم ہی ہوں۔

یہی حالت دنیا کی ہے۔ اس کی ابتدائی تلخی بھی اسی طرح ہے جیسے شہد سے بھرے ہوئے پیالے کے کناروں پر کڑواہٹ لگی ہوئی ہو اور شہد تک پہنچنے کے خواہشمند کو تلخیوں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے ذریعے خود کو تقدیر کے حوالے کر دیتا ہے اور سرِ تسلیم جھکا دینے اور ان چیزوں کے لیے اپنے آپ کو حوالے کر دینے کے ساتھ صبر کو اختیار کرتا ہے اور ان چیزوں کی تلخیاں پینے کی اذیت برداشت کرتا ہے اور نفس کی مخالفت میں خواہشات چھوڑ کر صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں زندگی کے آخری حصے میں اس کو بہتر زندگی عطا کرتا ہے اور آرام، عزت اور نعمت سے نواز کر بندے کا والی ہو جاتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی پرورش اس طرح کرتا ہے جیسے شیر خوار بچے کو ہر تکلیف اور اذیت سے بچا کر اس کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کو دین و دنیا کی تمام نعمتیں اس طرح دی جاتی ہیں جس طرح کنارے کی تلخیوں سے گزر کر شہد کے جام تک پہنچنے والے کو طمانیت نصیب ہوتی ہے۔

لہٰذا جس بندے کو کثیر نعمتیں عطا ہوں، اسے خدا کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہیئے اور اسکی نعمتوں کو دائمی سمجھ کر اس کے شکر سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ: "نعمت ایک وحشی جانور ہے اسے شکر سے اسیر کر لو۔" چنانچہ مالی نعمتوں کا اعتراف شکر کے ذریعے کرتے رہنا چاہیئے اور خداوند کریم کے فضل و کرم پر تحدیثِ نعمت ضروری ہے۔ مالی نعمتوں پر غرور کرنا غلط ہے اور نہ انھیں حاصل کرنے کے بعد خدمت گزرنا چاہیئے۔ اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے

ہوئے اس کے حقوق ادا کرنے ضروری ہیں۔ یعنی زکوٰۃ دینا، کفارہ ادا کرنا۔ نذر و صدقہ کرنا۔ مظلوم کی دادرسی اور محتاجوں کی امداد میں مصروف رہنا اور سختیوں میں حاجت مندوں کی اعانت کرنا۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے کام کیے جائیں، اپنے اعضا کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے کیونکہ خدا کی عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے میں ان کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

نعمت کے درخت کو شکر کے پانی سے سیراب کرتے ہوئے اس کی شاخیں پھوٹیں، پتے نکلیں اور پھر لذت آفریں پھل میسر ہوں۔ آخر تک درخت کو سلامت رکھنا اور اس کے پھل کو چبانے اور نگلنے کو آسان اور لذیذ بنانا، پھل سے عافیت و طمانیت حاصل کرنا اور اس سے جسم کی نشو و نما کرنا اور اعضا پر اس کی برکت ہونا لابدی ہے۔ اس طرح اطاعت، ذکر و شغل اور خدا کی رحمتوں کے سہارے بندہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور وہاں کے باغوں میں انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین جیسے بہترین رفقا کی معیت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

لیکن اگر تم شکر نہ کرو گے بلکہ دنیا کی ظاہری آرائش و زیبائش پر مفتون ہو کر اس کی لذت اور ذائقے سے مطمئن ہو جاؤ گے تو گویا شراب کا شکار ہو جاؤ گے۔ دنیا کی فانی چکا چوند یا اس کی خواب آور ہواؤں اور سانپ بچھوؤں کی کھال کی نرمی اور چکناہٹ سے متاثر ہو گئے اور ان کے اندر جو خرابیاں ہیں اور جو زہر چھپا ہوا ہے، اس سے غافل رہے اور دنیا کے ان پھندوں سے آنکھیں بند کئے رہے جو طالب دنیا کو پکڑنے، قید کرنے اور ہلاک کر دینے کے لیے لگائے گئے ہیں تو گویا فراز سے نشیب میں گر جاؤ گے اور ذلت و خواری کے ساتھ ہلاکت اور محتاجی اور دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے۔

مگر ابتلا اور گرفتاریٔ معائب کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی تو جرائم کی سزا

کے طور پر مصیبتوں میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ کبھی گناہوں اور جرموں کو زائل کرنے کے لئے کفارے کے طور پر ایسا ہوتا ہے اور کبھی اعلیٰ درجات اور ارفع مراتب تک پہنچانے کے لیے ابتلا میں ڈالا جاتا ہے تاکہ اس طرح ان عرفاء کے احوال سے واقفیت ہو جائے جن پر خدا تعالےٰ نے کرم کیا۔ اور مصائب و آلام اور بلاؤں کے صحراؤں میں اپنے لطف وعطا کی سواری پر گزارا۔ اور ان کی حرکات وسکنات میں اپنی چشمِ لطف وکرم کی خنک ہواؤں سے طمانیت کی کیفیت پیدا کر دی۔ ان کو ابتلا میں ڈال کر ہلاک کرنا مطلوب نہیں تھا۔ نہ انھیں جہنم کی پستیوں کی نذر کرنا مقصود تھا۔ اس کے برعکس یہ سب کچھ انہیں برگزیدہ بنانے اور اعلےٰ مراتب ومناصب پر فائز کرنے کیلئے کیا گیا تاکہ وہ مصائب کے سمندر سے حقیقتِ ایمانی کے لولوئے لالا پا سکیں، وہ شرک ونفاق سے پاک ہو جائیں اور بلاؤں کے ذریعے طرح طرح کے غیبی اسرار وعلوم سے ان کی تزئین وآرائش ہو۔

اس طرح جب یہ لوگ ظاہری اور باطنی طور پر اخلاص کے حامل ہو جاتے ہیں تو انھیں مخصوص لوگوں اور برگزیدہ بندوں اور مخلصین وخاصان میں شامل کر کے انھیں اپنے اسرار و رموز کا حامل بنا کر اپنی خاص قربت کے لیے مختص کر لیا جاتا ہے۔ صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے :۔
"صابر درویش حشر کے دن خدا کے مصاحب ہوں گے"۔ بلائیں ان کے دلوں کو شرک کی میل سے اور مخلوق اور اسباب اور آرزوؤں اور ارادوں کے تعلق سے پاک کرتی ہے۔ بلائیں اور مصائب عبادتوں کے صلے میں اجر وثواب کی خواہشوں اور آخرت میں بلندیٔ مدارج کی تمنا اور جنت الفردوس کی چاہت کو دلوں سے محو کر کے ختم کر دیتی ہیں۔

جو ابتلا معاصی وجرائم کو مٹانے کے لیے کفارے کے طور پر ہو، اس میں کسی شکوہ شکایت کے بغیر صبرِ جمیل کی دولت نصیب ہو جائے گی اور اس ابتلا میں دوستوں اور ہمسائیوں کے سامنے شکایت نہ کرنی چاہیئے،

نہ گھبراہٹ کا اظہار کیا جائے اور احکام خداوندی اور اطاعت و عبادت میں
پریشانی نہ ہو۔

جو ابتلا بلندیٔ مراتب اور منازلِ عالیہ پہ فائز کرنے کے لیے ہو، اسکی علامت یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کے فعل اور ارادے پر رضا و موافقت پائی جائے۔ نفس کو ذکرِ خدا میں قرار ملے اور اس کے فعل اور ارادے میں آرام پائے کیونکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے۔ بلاؤں کے دُور ہونے تک جو ساعتیں گزریں، بندے کو چاہیئے کہ اس دوران میں بلاؤں میں فنا ہو جائے۔

مقالہ ۴۶ ذکر کرنے والا اور سوال کرنے والا

فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیثِ قدسی میں فرماتے ہیں:۔ خدا تعالےٰ نے کہا کہ "جس شخص نے میرے ذکر میں مصروف رہنے کی وجہ سے مجھ سے سوال نہ کیا، میں اسے تمام سوال کرنے والوں سے زیادہ دوں گا۔" یہ اس لیے فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی اہلِ ایمان کو مقبول و برگزیدہ بنانا چاہتا ہے تو اسے مختلف احوال کی راہ پر چلاتا ہے اور قسم قسم کی بلا اور مصیبت کے ذریعے اس کا امتحان لیتا ہے اور اسے ثروت و دولت عطا کرنے کے بعد پھر فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس پر روزی کی تمام راہیں بند کر کے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ وہ مخلوق سے سوال کرنے پر مجبور ہو جائے۔ پھر اسے سوال سے محفوظ کر کے سنت کے مطابق کسب کے لیے مضطرب کر دیتا ہے، پھر اس پر کسب کو بھی مشکل کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اسے الہام کرتا ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ اس مقصد کے لیے ایسے امرِ باطن کے ساتھ حکم کرتا ہے جسے وہ جانتا پہچانتا ہے۔ یہ حکم بجا لانا اس کے لیے عبادت اور اسے چھوڑ دینا گناہ بن جاتا ہے ـــ اور یہ سب کچھ اس لیے

کیا جاتا ہے کہ اس کا نفس شکستہ ہو جائے۔ یہ ریاضت کی ایک حالت ہے۔ اس حال میں اس کا سوال کرنا امر اور جبر کی وجہ سے ہوتا ہے، خدا کے ساتھ شرک کے طور پر نہیں۔ پھر اس کو سوال سے بھی محفوظ کر لیا جاتا ہے اور قرض مانگنے کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ حکم بھی پہلے کی طرح قطعی اور حتمی ہوتا ہے، جس کو چھوڑنا ناممکن ہوتا ہے۔ پھر اس کو اس سے بھی ہٹا دیا جاتا ہے اور مخلوق سے ہٹا کر صرف اللہ ہی سے سوال کرنے کی طرف پھیر دیا جاتا ہے اور وہ اپنی تمام ضرورتیں خدا ہی سے مانگنے لگتا ہے جو اسے عطا کر دی جاتی ہیں لیکن اگر وہ سوال کرنے سے اعراض و اجتناب کرے اور چپ رہے تو اسے نہیں دیا جاتا۔

اس کے بعد اسے زبان سے سوال کرنے کے بجائے دل سے سوال کرنے کی طرف پھیر دیا جاتا ہے اور وہ دل میں اپنی ہر حاجت طلب کرتا ہے اور اسے دے دی جاتی ہے لیکن اگر زبان سے سوال کرے یا مخلوق سے طلب کرے تو اسے نہیں دی جاتی۔ پھر اس کو تمام ظاہری اور باطنی طریقوں سے سوال کرنے سے بچا لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بغیر مانگے اور بغیر سوال کیے، بغیر اس کے دھیان کیے اور بغیر اس کے دل میں خطرہ آئے ـــــ اس کو کھانے پینے، اور پہننے کی اور انسانی زندگی کے لیے تمام ضروری چیزیں اس کو دی جاتی ہیں۔ جو اس کی حالت کو بہتر بنائیں اور اس کے کاموں کو درست کر دیں۔ اس وقت اس کا والی و مولا خدا بن جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ "اے نبی فرما دیجیے، بے شک میرا والی اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہ صالحین کا والی ہے۔" اس وقت وہ حدیث قدسی بھی متحقق ہو جاتی ہے جو مقالے کے شروع میں بیان کی گئی ہے۔

یہ وہ حالتِ فنا ہے جو اولیاء و ابدال کے حال کی انتہا ہے۔ پھر کبھی اسے تکوینِ اشیاء کی قوت دی جاتی ہے۔ تمام اشیا اللہ کے اذن سے پیدا

ہوتی ہیں یعنی اس کے لفظ "کُن" سے پیدا ہوتی ہیں اور اللہ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے: اے بنی آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں جس شے سے کہہ دیتا ہوں: "ہوجا" وہ ہوجاتی ہے۔ میری فرمانبرداری کر کے اور مجھ میں فنا ہو کر تم بھی جس چیز کو کہو گے "ہوجا"۔ وہ ہوجائیگی۔

مقالہ ۴۷ قربِ خداوندی کیسے حاصل ہو

حضرتِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے خواب میں ایک بوڑھے آدمی نے سوال کیا کہ کس طریقے سے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس عمل کی ابتدا زہد و ورع اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور انتہا رضا و تسلیم اور توکل۔

مقالہ ۴۸ فرائض اور نوافل

حضرت غوث اعظم نے فرمایا: مومن کے لیے ضروری ہے کہ فرائض ادا کرنے میں مشغول رہے۔ فرائض کے بعد نوافل و فضائل ادا کرتا رہے لیکن فرائض ادا کرنے سے پہلے سنن و نوافل میں مصروف رہنا حماقت و رعونت ہے اور اس طرح سنن و نوافل کو شرف قبول نہیں بخشا جاتا بلکہ ایسا کرنے والے کو ذلیل کیا جاتا ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ کسی کو بادشاہ اپنی خدمت پر مامور کرے اور وہ اس کے بجائے اس امیر کی خدمت پر مستعد ہوجائے جو خود بادشاہ کا غلام ہے اور بادشاہ کی قدرت و ولایت کے زیرِ نگیں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فرائض سے پہلے نوافل ادا کرنے والا اس حاملہ عورت کی طرح ہے جو بچہ پیدا ہونے کے قریب زمانے میں اسقاطِ حمل کر دے۔ اس طرح نہ وہ صاحب حمل ہوتی ہے، نہ صاحبِ اولاد۔ اسی طرح فرائض ادا کرنے

سے پہلے نفل پڑھنے والے کی عبادت خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی تاجر جب تک راس المال حاصل نہ کرے، اسے نفع حاصل نہیں ہوتا۔

سنت کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو جانا بھی ایسا ہی ہے کہ اس طرح فرائض کی ترتیب باقی نہیں رہتی۔ نفلی عبادت فرض کے ساتھ دائمی معمول کی حیثیت رکھتی اور نہ شارعِ اسلام (علیہ السلام) نے انھیں ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ مسلمان پر فرض ہے کہ حرام اور شرک سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے قضا و قدر اور تخلیقِ خداوندی پر اعتراض نہ کرے، مخلوق کی اطاعت، اور متابعت نہ کرے اور احکامِ الٰہی سے روگرداں نہ ہو، جیسا کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"

مقالہ ۴۹ نیند یا بیداری

حضرت شیخ نے فرمایا: جو آدمی بیداری کے بجائے نیند کو اختیار کرتا ہے وہ نہایت ناقص اور ادنیٰ چیز کو پسند کر رہا ہے اور چونکہ نیند موت کی بہن ہے اس لیے گویا وہ شخص اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں میں موت اور غفلت کا خواہشمند ہے۔ اسی لیے خدا تعالےٰ نیند سے ماوراء ہے کیونکہ وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ ملائکہ بھی قربِ خداوندی کے باعث نیند سے دور ہیں۔ یہی حال جنت کے باسیوں کا ہے۔ چونکہ وہ جنت ایسے اعلیٰ مقام کے رہنے والے ہیں اور ان کے نفوس پاکیزہ ہیں اس لیے ان پر بھی نیند غالب نہیں آتی۔

نیند ہر حالت میں نقصان دہ ہے۔ سب بھلائیاں بیداری میں اور تمام برائیاں نیند میں ہیں، چنانچہ جو آدمی ضرورت سے زیادہ خورد و نوش اور نیند میں مصروف رہتا ہو، تمام نیکیاں اور اچھائیاں اس سے دور ہو جاتی ہیں

اور جس نے برائے نام بھی حرام کھالیا، گویا اس نے اپنی خواہش کے زیرِ اثر بہت زیادہ حلال کھالیا۔ اس لیے کہ حرام نور ظلمات میں لپیٹ لیتا ہے جس طرح شراب عقل کو تاریکیوں کی نذر کر دیتی ہے ـــــ اور جب ایمان ہی تاریکیوں میں گم ہو جائے تو نماز، عبادت، اخلاص سب بے سود ہیں۔

جو آدمی امرِ خداوندی سے بہت زیادہ حلال کھالے، گویا اس نے عبادت و قوت کی خوشی میں بہت ہی تھوڑا کھایا۔ کیونکہ حلال نور ہی نور ہے اور حرام سراپا ظلمت اور حکمِ خداوندی کے بغیر، محض اپنی خواہش کے زیرِ اثر حلال کھانے میں بھی کوئی خیر نہیں اور حرام چیز کھانا نیند میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اس لیے اس میں کسی طرح بھی بھلائی نہیں۔

مقالہ ۵۰ قربُ وصلِ خداوندی

حضرت نے فرمایا: تمہارا معاملہ دو حالتوں سے بہر حال خالی نہیں ہے، یا اللہ عزوجل کا قرب نہیں ہوگا، یا اللہ کا قرب اور وصال ہوگا۔ اگر تم اس سے دور ہو تو قربت حاصل کرنے کی خواہش میں سستی اور کاہلی کی کیفیت میں رہنا دین و دنیا کی نعمت اور دائمی عزت، سلامتی اور تونگری، کفایت اور نفع ـ اور محبوبیت کا وافر حصہ حاصل کرنے میں پیچھے رہ جانا کیوں؟ اٹھو اور اپنے دونوں بازوؤں کے ساتھ قربِ خداوندی کی منزل پانے کی خاطر تیزی سے پرواز کرو۔ تمہارا ایک بازو حرام و مباح، تمام لذات و شہوات اور ہر طرح کی آسائشوں کو تج دینا ہے اور دوسرا بازو اذیتوں، مکروہات اور تکالیف کو برداشت کرنے، فرائض کی ادائی میں سختیاں سہنے، مخلوق اور خواہشاتِ نفس ـ اور دنیا و آخرت کے ارادہ و آرزو سے نکل جانے کا نام ہے۔

اسی اڑان کے باعث تمہیں قربت اور وصال حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی وجہ سے تمنائیں پوری ہو سکتی ہیں۔ پھر تمہیں بڑی کرامتیں اور عزت و

عظمت عطا ہوگی اور تمھیں ان مقربینِ و واصلینِ خداوندی میں شمار کیا جانے لگے گا جن پر عنایاتِ ربانی ہوئیں اور مراعات جن کے شاملِ حال ہیں اور جن کو محبتِ خداوندی نے کھینچ کر رحمتوں میں چھپا لیا۔

اس عالم میں ادب کو ملحوظ رکھو اور اپنے حال پر اتنے مغرور نہ ہو جاؤ کہ خدمت ادا کرنے میں کوتاہی کرو۔ رعونت جہل و ظلم اور عجلت کی اساس ہے باری تعالٰے جل شانہ، نے فرمایا: "بے شک سرشتِ انسانی ظلم و جہل ہے" ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ "انسان بہت جلد باز ہے" اس لیے اپنے دل کو ترک شدہ چیزوں پر مائل نہ ہونے دو، اور خواہشِ نفس اور مخلوق سے بچتے ہوئے صبر اور رضا و موافقت کو ہرگز نہ چھوڑو اور جب تکلیف یا مصیبت آئے تو خداوندِ تعالیٰ کی طرف اس طرح جھک جاؤ جیسے سوار کے آگے گیند کہ وہ جس طرح چاہے، پھینک سکتا ہے یا جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ مردہ یا ماں کی آغوش میں طفلِ شیر خوار۔ اور چاہیئے کہ ماسوی اللہ سے اس یقین کے ساتھ آنکھیں موند لو کہ اس کے علاوہ نہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ عطا و منع کا مختار ہے۔ اذیت اور تکلیف کے ھنگام مخلوق اور اسباب و وسائل دنیا کو خدا تعالیٰ کا تازیانہ سمجھو جس سے تمھیں مار پڑتی ہے اور نعمت و عطا کے وقت یہ جان لو، گویا خدا تعالیٰ تمھیں مخلوق و اسباب سے اس طرح کھلاتا ہے، جیسے وہ خود کھلا رہا ہو۔

زھد کا ثواب

مقالہ ۱۵

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: زاھد کو دو ثواب ملتے ہیں۔ پہلا ترکِ اسباب کے باعث کیونکہ نفس کی خواہشات سے محترز ہو کر صرف حکم کا پابند ہو جاتا ہے اور جب نفس سے اسکی مخالفت اور دشمنی ثابت ہو جاتی ہے، اس کو حقیقت و ولایت کی منزل مل جاتی ہے اور اسے

ابدالوں اور عارفوں کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور اسے حکم دے دیا جاتا ہے کہ جو کچھ اسکی تقدیر میں ہے جو صرف اسی کے لیے تخلیق کی گئی ہے اور خامہ قدرت سے اس کے لیے تحریر ہو چکی اور روشنائی خشک ہو چکی اور ایسا پہلے ہی سے تھا ——— صرف اسی سے تعلق رکھے۔

زاھد جب حکم کی تعمیل کرتے ہوئے باطنی علوم جان لے تو اسے اس کا حصہ دے دیا جاتا ہے چاہے اس میں اس کی خواہش و طلب دخیل ہو یا نہ ہو، محض قضا و قدر اور فعلِ خداوندی کی بنا پر ایسا کر دیا جاتا ہے اور حکم الہی کی تعمیل اور فعل خداوندی پر راضی ہونے کے باعث اسے ثواب کا دوسرا حصہ بھی مل جاتا ہے۔

لیکن اگر اعتراض ہو کہ جو شخص ابدالوں اور عرفاء میں شمار ہو اور مخلوق اور نفس کی خواہش اور ارادے سے دور ہو جائے، لذت و آرزو کو تج دے اور عبادت کے صلے میں اللہ کی طرف سے ملنے والے معاوضے کا خیال چھوڑ دے اور ہر نعمت اور رحمت کو اور ہر توفیق کو منجانب اللہ خیال کرتا ہو اور اپنے آپ کو خدا کے غلاموں میں سے ایک غلام سمجھنے لگے اور جان لے کہ غلام کا آقا پر کسی قسم کا حق نہیں ہوتا اور غلام کی ہر حرکت اور ہر کسب صرف آقا ہی کے لئے ہوتی ہے ——— ایسے شخص پر تم ثواب کا حکم کس طرح لگا سکتے ہو جبکہ وہ خود ثواب طلب نہیں کرتا اور اپنے اعمال کا معاوضہ نہیں چاہتا بلکہ سمجھتا ہے کہ وہ ناکارہ ہے اور اعمال سے خالی ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم کہیں گے کہ تم ٹھیک کہتے ہو حقیقت یہی ہے کہ اللہ کریم محض اپنے فضل و کرم ہی سے اس کو ثواب عطا کرتا ہے اور اپنی نعمتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے الطاف و کرم اور رحمت سے اس کی تربیت کرتا ہے اور یہ اسی لیے ہے کہ وہ اپنے مصالح کو چھوڑ چکا ہے۔ لذت و منفعت کے خیال سے ماورا اور ضرر و نقصان کے دفیعے

سے اسی طرح ارفع ہے جس طرح طفلِ شیر خوار اپنی مصلحتوں کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ خداوند تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے والدین کو اس کا رزق عطا کر کے انھیں اس کی کفالت کا ذمہ دار بنا دیتا ہے۔

جب بندہ ذاتی مصلحتوں سے بالکل ماوراء ہو جاتا ہے تو اس کی طرف مخلوقِ خدا کو رغبت دلائی جاتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے رحمت و شفقت پیدا کر دی جاتی ہے اور تمام لوگ اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے لگتے ہیں اور یہ عطائیں اس پر اس لیے ہوتی ہیں کہ وہ فعلِ خداوندی اور ارادۂ الٰہی کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ نہ ہو اور دنیا و آخرت میں خدا کے ساتھ واصل ہو، اس کو دنیا و آخرت میں پیش آنے والی اذیتوں کا علم بھی دے دیا جاتا ہے۔ خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا: "یقیناً اللہ ہی ولی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور وہی صالحین کا متولی ہے۔"

مقالہ ۵۲ اہلِ ولایت و معرفت کی ابتلا

فرمایا: اہلِ ایمان کے ایک گروہ کو جو محبانِ الٰہی اور صاحبانِ ولایت و معرفت ہیں، اللہ تعالیٰ اس لیے ابتلا میں ڈالتا ہے کہ وہ اس وجہ سے سوال اور دعا میں مشغول ہوں۔ جب وہ سوال کرتے ہیں تو اللہ ان کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اسے قبولیت کا شرف بخشتا ہے تاکہ ان پر جود و کرم۔ اور عطا و بخشش کرے۔ ان کے سوال کو قبولیت ہوتی ہے لیکن فوری طور پر ضروری نہیں کیونکہ قضا و قدر سے جو تاخیر ہوتی ہے اسے محرومی یا عدم قبولیت نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اوامر و نواہی کے سلسلے میں جتنے ظاہری و باطنی گناہ اس سے سرزد ہوتے ہوں، ان پر غور کرتے ہوئے بلائیں نازل ہوتے وقت ادب کا لحاظ رکھے اور یہ بھی سوچے کہ کہیں اس نے تقدیر پر کوئی اعتراض تو نہیں کیا تھا کیونکہ بندے کو جرم اور گناہ کی

وجہ سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر ابتلاو آزمائش کی یہ کیفیت ختم ہو جائے تو بہتر۔ ورنہ تضرّع، دعا اور معذرت چاہتے ہوئے مسلسل سوال میں مشغول رہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ابتلاو مصیبت کی یہ کیفیت اسی لیے ہو کہ وہ خدا سے سوال کرتا رہے اور دعا قبول نہ ہونے پر خدا پر تہمت نہ لگائے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

مقالہ ۵۳: مقسوم پر راضی رہنے کی اہمیت

فرمایا: خداوند تعالیٰ سے اس کی رضا یا فعلِ الٰہی میں فنا ہونے کا مقام طلب کرو کیونکہ یہی سب سے بڑی راحت ہے اور اسی سے دنیا میں جنت عالیہ اور قرب و محبتِ خداوندی کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جسے دوست بنالے اس پر دنیا و آخرت میں عذاب نہیں ہوتا۔ اسی سے آدمی کی خدا تک رسائی ہوتی ہے اور وصلِ الٰہی کی منزل ملتی ہے اس لیے ان حصوں یا چیزوں کی تلاش مت کرو جو تمھارے مقدر میں نہیں۔ مقسومات کی جستجو میں بھی مشغول نہ ہو۔ جو چیز تمھاری قسمت میں نہیں، اس کی تلاش کرنا حماقت، رعونت اور جہالت ہے اور شدید عقوبت ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "عذاب میں سخت عذاب اس شے کی خواہش ہے جو قسمت میں نہ ہو۔"

اور جو چیز تمھاری قسمت میں ہے، اس کی تلاش و طلب لالچ اور حرص ہے اور عبودیت کے حوالے سے محبت اور حقیقت کے مقام میں شرک ہے۔ اس لیے کہ خدا کے سوا کسی اور شے میں مشغول ہونا شرک ہے۔ اپنے مقسوم کی تلاش کرنا محبت خداوندی میں صادق نہ ہونا ہے اور جس نے ماسوی اللہ کو اختیار کیا، وہ کذّاب ہے اور جو شخص اپنے عمل کا معاوضہ چاہتا ہے وہ غیر مخلص ہے۔ جس نے خدا کی ربوبیت کا حق ادا کرنے کی خاطر اس کی عبادت کی اور اسے مالک، عبادت اور ہر عمل و اطاعت کا مستحق سمجھا، وہ مخلص ہے۔

بندے کی تمام حرکات و سکنات، اس کی تمام چیزیں اور سب کمائیاں صرف اللہ کے لیے ہیں۔ بندے کی ملکیتیں اور وہ خود درحقیقت خدا کا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں کہ ساری عبادتیں بندے پر خدا کی نعمت اور فضل کے مترادف ہیں کیونکہ اسی کی توفیق سے وہ عبادت کرنے کے لائق و قادر ہوا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر اسے چاہیئے کہ عبادت کی جزا اور معاوضہ طلب کرنے کے بجائے شکرِ خدا میں مشغول ہو۔ پھر تم دنیا میں اپنے نفس کی خواہش پر طلب میں کیوں مشغول ہوتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو کہ جن کو متواتر دنیا کی نعمتیں اور لذتیں اور دنیا کے حصے عطا ہوتے رہتے ہیں مگر کفرانِ نعمت کے ذریعے اور خفگی اور لالچ کے اظہار سے خدا ان پر زیادہ ناراض ہو جاتا ہے اور اسی لیے ان کی پریشانیوں اور دکھوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگ ان نعمتوں کو جو انھیں حاصل ہیں، حقیر، قلیل اور قبیح جانتے ہیں اور جو چیزیں ان کی قسمت میں نہیں، ان کی احتیاج محسوس کرنے لگتے ہیں اور جو کچھ دوسروں کو حاصل ہے، انھیں زیادہ اور اچھا سمجھتے ہوئے ان کی طلب میں عمریں گزار دیتے ہیں۔ ان کی قوتیں مجروح، ان کے بال ختم اور ان کی پیشانیاں عرق آلود ہو جاتی ہیں۔ ان کے جسم تھک جاتے ہیں اور ان کے نامۂ اعمال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے حصے کی چیزوں کی احتیاج میں حکمِ خداوندی چھوڑ دینے سے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب بھی کر بیٹھتے ہیں اور حاصل بھی کچھ نہیں کر پاتے۔ انجام یہ کہ دنیا سے خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ نہ ادھر کے رہتے ہیں — نہ اُدھر کے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں جو کچھ ان کے حصے کا دیا تھا — اس کا انھوں نے شکر ادا نہیں کیا اور دوسروں کے حصے پر آنکھ رکھی تھی مگر وہ بھی حاصل

نہیں ہوا بلکہ اس کوشش میں اپنی دنیا و آخرت کا نقصان کر لیا - یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہیں، احمق و اجہل اور عقل و بصیرت سے عاری - اگر یہ خسیس لوگ قضا پر راضی اور اپنے رب کی عطا پر قانع رہتے -- اور اطاعت خداوندی احسن طریقے سے کرتے تو بے شک انہیں دنیا کی نعمتیں با آسانی میسّر آجاتیں - پھر انھیں جوارِ رحمتِ خداوندی میں منتقل کیا جاتا جس کے باعث ان کی ہر امداد اور آرزو پوری ہو جاتی - اللہ کریم ہمیں اور تمھیں قضا پر راضی ہونے والوں میں کرے جنھوں نے رضا و غنا اور حفاظتِ حال کی توفیق خدا سے طلب کی، جن سے خدا راضی ہو گیا اور انہیں دوست بنا لیا -

مقالہ ۵۴ دنیا کو آخرت اور آخرت کو خدا کے لیے چھوڑنا

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا : آخرت کے طلب گار کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے اور خدا کو چاہنے والے کے لیے آخرت کو چھوڑنا لازمی ہے - اس لیے آخرت کے لیئے دنیا کو اور اپنے رب کریم کے لیے آخرت کو ترک کر دے - جب تک دنیا کی شہوات و لذات میں سے کوئی ایک یا تمام چیزوں کی راحتوں میں کوئی راحت مثلاً کھانے، پینے، پہننے، نکاح، سواری، سکونت، حکومت وغیرہ کی راحتوں میں سے کوئی یا علوم و فنون میں سے کوئی ایک علم مثلاً فقہ، عباداتِ خمسہ، روایاتِ قرآن و احادیث یا قرأتِ قرآن کی کوئی قسم اور نحو، لغت، فصاحت و بلاغت میں سے کچھ یا محتاجی اور عسرت کے ختم ہونے یا ثروت اور تونگری کی خواہش، بلاؤں، آفتوں، مصیبتوں سے محفوظ و مامون ہونے کی خواہش، نقصان سے بچنے اور نفع حاصل کرنے کی تمنا ------ ان سب میں سے کسی خواہش و طلب کے ہوتے ہوئے آدمی زاهد کہلانے کا حقدار نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں نفس کی بیداری، خواہشاتِ نفس کی موافقت اور طبیعت کی راحت

محبت ہے اور یہ سب چیزیں دنیا ہیں جن میں رہنا وہ پسند کرتا ہے اور ان سے سکون وطمانیت پاتا ہے۔

اس لیے مومن کے لیے ضروری ہے کہ ان سب کو دل سے نکال دے اور دل سے ان کی بیخ کنی کے لیے اپنے نفس کو قابو کرے اور نیستی اور تنگدستی اور احتیاجِ مسلسل پر راضی رہے۔ جب ان میں سے کسی شے کی چھوہارے کی گٹھلی چوسنے جتنی محبت بھی باقی نہ رہے گی تو اس دنیا سے اس کا زہد خالص ہو جائے گا۔ اس سے اس کے دل سے پریشانیاں اور دکھ اور اس کے باطن سے سختی زائل ہو جائے گی اور اسے مسرت، آرام اور اُنسِ خداوندی نصیب ہوگا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "دنیا میں زہد جسم وجان اور دل کو راحت پہنچاتا ہے۔" اس لیے جب تک دل میں متذکرہ بالا چیزوں میں سے کوئی باقی ہوگی، اس میں خوف وغم اور پریشانیاں رہیں گی ۔ اور وہ ذلیل رہے گا، اور قربِ خداوندی کی راہ میں تہ بہ تہ حجابات حائل رہیں گے جب تک دنیا طلبی کا زوال اپنے آخری درجے کو نہ پہنچ جائے اور علائق سے پوری طرح انقطاع نہ ہو۔

دنیا کے زہد کے بعد مومن کو چاہیئے کہ آخرت کا زہد اختیار کرے۔ یعنی آخرت کے بلند مدارج، حور وغلمان، محل اور اعلیٰ رہائش گاہیں، باغ، سواریاں لباس، زیور، اکل وشرب اور دوسری وہ تمام چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جنت میں رکھی ہیں، ان میں سے کچھ طلب نہ کرے اور اپنے کسی عمل کا اجر اپنے رب سے نہ چاہے۔ اس حال میں خدا تعالے کا فضل وکرم اس پر ہوگا اور وہ پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ اسے منزلِ قرب پر پہنچا دیا جائے گا اور اس پر لطف فرمایا جائے گا۔ اللہ تعالے جس طرح اپنے رسولوں، نبیوں، ولیوں عارفوں اور دیگر خواص کے ساتھ الطاف واحسان کرتا ہے، اسی طرح اس بندے پر کرے گا اور اپنی زندگی کے آخری دم تک ان مدارج میں اسے ترقی ملے

گی - پھر آخرت میں اسے ایسی نعمتیں ملیں گی جنھیں نہ کسی نے دیکھا، نہ سُنا، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال تک گزرا - یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو سمجھنے سے عقلیں عاجز ہیں اور جن کے اظہار و بیان سے زبان و قلم قاصر ہیں -

مقالہ ۵۵ لذّات کا ترک صالحیت ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواہشاتِ نفس کو ترک کرنے کے تین مراتب ہیں - ان میں سے پہلا یہ ہے کہ بندہ جہالت کے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا عبادت سے گریزاں ہو اور شریعت کی مہار کے بغیر، مخبوط الحواس جانور کی طرح اپنی طبیعت میں تصرف کرے اور اس کے لیے کوئی ایسی حد نہ ہو جہاں وہ ٹھہر سکے - اسی عالم میں خداوند کریم اسے رحمت کی نگاہ سے دیکھے اور اپنی مخلوق کے نیک بندوں میں سے ایک واعظ کو اس کی طرف بھیجے تاکہ اُسے آگاہ کرے - پھر خدا خود اس بندے کے نفس کو دوسرا واعظ بنا دے اور یہ دونوں واعظ اس کی طبیعت کو اس طرح فتح کرلیں کہ اس کی طبیعت نصیحت کو قبول کرنے لگے تو اس پر وہ تمام گناہ اور برائیاں ظاہر ہو جائیں جنکی وجہ سے وہ ہوائے نفس کے مرکب پر سوار بگٹٹ دوڑتا رہا تھا - پھر وہ بندہ اپنے تمام تصرفات میں شریعت کے اتباع پر مائل ہو جاتا ہے پھر یہ مسلمان بندہ شریعت پر کاربند ہو کر طبیعت کی خواہش کو فنا کر دیتا ہے اور دنیا کی حرام اور مشتبہ چیزیں اور مخلوق کا احسان چھوڑ دیتا ہے اور کھانے پینے پہننے، نکاح، قیام گاہ اور سب ضروریات میں شرعًا حلال اور مباح چیزوں کو اختیار کرتا ہے تاکہ اپنی بنیاد کو محفوظ کرے اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کی طاقت حاصل کرے اور اپنے مقسوم کو لے لے - وہ اس حد سے یوں بھی نہیں بڑھ سکتا کہ اپنے مقسوم اور حصے سے پوری طرح مستفید ہونے سے پہلے اس کے لیے دنیا سے نکل جانے کی بھی کوئی راہ نہیں ہے -

جب بندہ تمام احوال میں حلال اور مباح کے تعاون سے سفر کرتے ہوئے اس سواری کے ذریعے آستانِ ولایت پر پہنچ جاتا ہے اور اہلِ حقیقت و عزیمت، خواص اور محبوبانِ حق کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے باطن میں اللہ کی طرف سے یہ ندا سنتا ہے کہ اپنے نفس کو ترک کر دے اور قریب آجائے۔ اگر اپنے خالق کو چاہتے ہو تو نفس کی خواہشوں کو اور مخلوق کو چھوڑ دو اور اپنے جوتوں کو اتار دو یعنی دنیا و آخرت سے آزاد ہو کر تمام موجودات سے اور آیندہ تخلیق ہونے والی اشیا سے اور اپنی آرزو اور ارادے سے کنارہ کش ہو جاؤ اور تمام تعلقات سے بےگانہ اور ہر چیز سے فارغ ہو جاؤ۔ توحید سے خوش ہو کر شرک کو ترک کر کے اور ارادوں میں صادق ہو کر بساطِ قرب میں سر جھکائے ہوئے خاموشی اور ادب کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ تمھارے دائیں طرف آخرت اور بائیں طرف دنیا، مخلوق اور نفس کی لذتیں ہوں گی، ان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھنا۔

بندہ جب اس مقام میں داخل ہو گیا اور وصول الی اللہ کی منزل متحقق ہو گئی اور اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے خلعت عطا ہو گی اور طرح طرح کے علوم و معارف اور فضل و کرم کے انوار اس کا احاطہ کر لیں گے پھر اسے کہا جائے گا کہ فضل و نعمت سے استفادہ کرو اور اس سے احتراز کرتے ہوئے اسے واپس کرنے کی بے ادبی نہ کرو، اس لیے کہ شاہی نعمت کو قبول نہ کرنا اور بادشاہ پر دباؤ ڈالنا اس کی توہین و تحقیر کے مترادف ہے۔ اس وقت بندے کی مداخلت کے بغیر فضلِ خداوندی اور اس کی تقدیر کا امتزاج اس طرح عمل میں آتا ہے گویا اس سے پہلے وہ تمام کام اپنے نفس کی خواہش سے کرتا تھا، اب وہ تمام چیزیں حکم و رضائے الٰہی کے تابع ہو چکی ہیں۔

قسمت اور لذتوں کے ذریعے حصولِ مفاد چار طرح سے ہوتا ہے

(۱) اپنی خواہش طبع سے کوئی کام نہ کرنا - یہ قطعاً حرام ہے (۲) شریعت کے حکم کے مطابق کوئی کام کرنا - یہ حلال اور مباح ہے (۳) حکمِ باطن سے کوئی کام کرنا یہ خواہشاتِ نفس کو ترک کرنا ہے اور ولایت کا مقام ہے (۴) اللہ کے فضل سے کوئی کام کرنا اور کچھ لینا - یہ ارادے کا زوال ہے اور مقامِ ابدالیت تک رسائی ہے - اس طرح بندہ مرید سے مراد بن جاتا ہے اور تقدیر پر قائم ہونے کی علامت ہے جو فعلِ خداوندی ہے - یہ علم و اصلاح کی صفت سے متصف ہونے کی حالت ہے - جو شخص اس مقام پر پہنچا، وہی اسم بامسمّٰی صالح ہے - خداوند عزوجل کے اس فرمان کا یہی مقصود ہے کہ "اللہ تعالےٰ ولی ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی صالحین کا متولی ہے"

چنانچہ صالح آدمی وہ ہے جو اپنی مصلحت و منفعت کو حاصل کرنے اور ضرر و فساد سے بچنے کے لیے اپنے ہاتھ پر اعتماد و انحصار نہ کرے - اس کی مثال شیر خوار بچے یا غسّال کے ہاتھ میں مردے کی ہے، قدرت کا ہاتھ اس کی پرورش کا ذمہ دار ہوجاتا ہے - اس کے لیے کوئی حال، مقام، ارادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ وہ قدرت کے ساتھ اس طرح منسلک ہوجاتا ہے کہ کبھی اس پر بسط کی، کبھی قبض کی حالت ہوتی ہے - کبھی وہ غنی اور بے نیاز ہوتا ہے، کبھی محتاج - وہ ان چیزوں کو اختیار نہیں کرتا نہ ان میں زوال یا تغیر و تبدل کی آرزو رکھتا ہے بلکہ اس قضائے الٰہی سے ہمیشہ خوش رہتا ہے اور فعل الٰہی کے ساتھ رضا و موافقت کی کیفیت میں ہوتا ہے اور اولیاء و ابدال کے احوال کی انتہا یہی ہے -

---

فقیر عبداللہ طاہری نقشبندی
شاہ لطیف کالونی نانگو لائن
کوئٹہ

مقالہ ۵۶ ہر طرح کی خواہشات فنا ہونے کا مقام

حضرت پیرِ پیراں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا : جب خواہشاتِ نفس اور مخلوق سے ارادے اور آرزوئیں بندے سے دُور ہو جاتی ہیں اور اس کا دل ماسوی اللہ سے فنا ہو جاتا ہے اور اس میں صرف ارادۂ خداوندی باقی رہ جاتا ہے تو خدا سے وصال کے بعد بندہ خدا کا برگزیدہ بندہ اور محبوب بن جاتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس بندے کی محبت پیدا کر دی جاتی ہے لیکن وہ خود صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے قرب ہی سے محبت کرتا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ملنے والی نعمتوں ہی سے متمتع ہونا چاہتا ہے۔ خدا کی رحمت کے کبھی نہ بند ہونے والے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔ پھر خدا کی جانب سے اسے اختیارات دے دیئے جاتے ہیں، اور وہ خدا کے تدبّر سے تدبیر کرتا ہے اور مشیئتِ خداوندی ہی کا طالب ہوتا ہے، اسی کی رضا پر راضی رہتے ہوئے، اسی کے احکام مانتا ہے اور کسی کی متابعت نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی غیر کے وجود یا فعل پر وہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

ایسے میں اس بندے سے خدا تعالےٰ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے، اس کا ظہور نہیں ہوتا اور اس کے خیال کے خلاف اسے وہ چیز نہیں ملتی کیونکہ خواہشوں اور ارادوں کے زوال سے ماسوی اللہ کا زوال اس انداز میں ہوتا ہے کہ بندہ بذاتِ خود اللہ تعالےٰ کا فعل اور اس کا ارادہ بن جاتا ہے۔ اس طرح بندے کے حق میں خدا تعالےٰ کا وعدہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے اللہ کا خود اپنی ذات سے وعدہ کرنا۔ مثلاً اگر بندہ اپنی ذات کے لیے کسی فعل کا ارادہ کرے اور پھر خود ہی اس فعل کو انجام نہ دے، کوئی دوسرا فعل مناسب خیال کرے تو اس کی مثال ناسخ و منسوخ

کی طرح ہو جائے گی ۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کر دیتے ہیں تو اس جیسی یا اس سے بہتر اور لے آتے ہیں ۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

جب رسولِ خدا (علیہ التحیۃ والثنا) سے خواہش اور ارادہ ختم کر دیا گیا تو حضور کو ان مقامات کی طرف متوجہ کر دیا گیا جن کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا ہے : تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم اور آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مراد تھے ۔ آپ کو ایک حال اور ایک وعدے پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ خدا تعالیٰ آپ کو تقدیر کی طرف لے گیا اور اس کی باگ آپ کی طرف چھوڑ دی اور آپ کو اس میں پھرایا پلٹایا اور آپ سے کہا " کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر شئے پر قادر ہے ۔" یعنی آپ تقدیر خداوندی کے دریا میں ہیں اور اس کی موجیں آپ کو ادھر سے اُدھر سیر کراتی ہیں ۔ بس نبی کے کام کی ابتدا ولی کے کام کی انتہا ہے اور ولی اور ابدال کے آخری مقامات وہ ہیں کہ ان کے بعد نبوت کے علاوہ کوئی مُقام نہیں ۔

مقالہ ۵۷ قبض وبسط کی کیفیتیں

حضرت شیخ نے فرمایا : جس چیز کی حفاظت کا ولی کو حکم دیا گیا ہے اس کا نام " قبض " ہے اور تقدیر کے ساتھ قائم رہنا تمام وکمال " بسط " ہے ، کیونکہ اگر قضا وقدر میں پہلے سے ایسا کوئی حکم نہ ہو تو اس میں کسی چیز کی حفاظت کا حکم نہیں دیا جاتا ۔ چنانچہ ولی کے لیے لازم ہے کہ تقدیر کے تمام امور میں موافقت اختیار کرے اور تقدیر کے تلخ اور شیریں احوال میں کسی طرح سے جھگڑا پیدا نہ کرے ۔ احوال تو محدود ہیں اس لیے ان کے حدود کے تحفظ کا حکم دیا گیا ۔ فعلِ خداوندی تقدیر ہے ، اس کی کوئی حد

نہیں جس کی حفاظت ہو۔

جب بندہ قدر و فعل اور بسط کے مقام میں آتا ہے تو زہد کی حالت میں جن لذتوں کے متعلق اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے، اب وہی لذتیں حاصل کرنے کو کہا جا رہا ہے کیونکہ جب بندہ باطنی لذتوں سے اس طرح دور ہو جائے کہ اس میں سوائے خدا تعالےٰ کے کچھ اور باقی نہیں رہتا تو اسے مقام "بسط" تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسے ان مقرر کردہ چیزوں اور خواہشوں کو طلب کرنے کا حکم دے دیا جاتا ہے جن تک اس کا پہنچنا ضروری ہے۔ اس کے لیے ان چیزوں کا حصول اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ اسکی کرامت و منزلت قبولیتِ سوال سے خدا تعالےٰ کا اس پر فضل واحسان متحقق ہو جائے اور قبض کے بعد بسط کی علامتوں میں سے ایک لذتیں عطا کرنے کا سوال ہے اور حدود کی حفاظت احوال و مقامات اور تکلیف سے نکلنے سے ظاہر ہوتی ہے۔

اگر کوئی آدمی معترض ہو کہ یہ قول شریعتِ اسلامی سے خارج ہونے پر دال ہے اور اس سے خداوندِ تعالےٰ کے اس فرمان کی تردید ہوتی ہے کہ "اپنی وفات تک اپنے پروردگار کی عبادت کرو" اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمھاری بات تمھارے قول کی طرف نہ متوجہ کرتی ہے نہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ خود ایسے بندے کا ولی ہو جاتا ہے اور اپنا ولی اسے بہت پیارا ہے، وہ اپنے ولی کو نقصان یا اس کے دین میں کسی خرابی کو پیدا نہیں ہونے دیتا بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں سے اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور شرعی حدود کے تحفظ کے لیے اسے خبردار کر دیتا ہے اور اس کا کردار درست کر دیتا ہے۔ پھر بندے کو عصمت حاصل ہوتی ہے اور بے تکلف شرعی حدود اس سے محفوظ رہتی ہیں اور خداوند کریم پوشیدہ ہوتے ہوئے بھی اپنے اس

بندے سے بہت قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ہم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے برائیوں کو پلٹا لیا۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔" ایک جگہ ارشاد فرمایا: بیشک جو ہمارے بندے ہیں، انہیں شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔ ایک مقام پر ہے "خبردار یہ خدا کے مخلص بندے ہیں۔" چنانچہ اے مسکین! خدا کے ولی اس کی آغوشِ رحمت میں تربیت پاتے ہیں، اسکی مراد ہوتے ہیں، اور وہی اپنے قرب اور لطف و کرم کی آغوش میں ان کو پالتا ہے۔ اس لیے شیطان کی رسائی اس تک ہو ہی نہیں سکتی اور جو باتیں شریعت میں قبیح اور مکروہ ہیں، وہ اس بندے کی طرف راہ نہیں پاتیں۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی آدمی کھانے پینے کی چیزوں سے اجتناب کر کے صرف قربت کی منزل پاتا ہے۔

تم نے بہت خوفناک بات کہہ دی ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ایسے ذلیل خسیس اور دُنی ہمتوں پر تُف ہے، ایسے لوگ، ناقص العقل ہیں، ان کی آراء فاسد اور ان کے تصورات غلیظ ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اپنی رحمتِ واسعہ اور قدرتِ کاملہ سے ایسی برائیوں سے محفوظ رکھے اور اپنے حجاباتِ کرم میں چھپا لے، معصیت سے دور کر دے اور اپنی کامل نعمتوں اور دائمی فضیلتوں سے اپنے احسان و کرم سے ہماری تربیت فرمائے۔ آمین!

مقالہ ۵۸ ہر جہت سے نظریں روک لو

فرمایا: ہر طرف سے آنکھیں موند لو، جب تک تم کسی چیز کو دیکھتے رہو گے، تم پر خدا تعالےٰ کے فضل اور قرب کی راہ آسان نہ ہو گی۔ اسلیے تمام جہتوں کی طرف سے نابینا بن جاؤ اور باقی تمام اطراف کو توحیدِ خداوندی

اور اپنے نفس و علم کی نفی کے ذریعے بند کر دو ۔ جب تم فنائیت کا یہ مقام حاصل کر لو گے تو تمھاری چشم قلب میں فضلِ خداوندی کی جہت روشن ہو جائے گی اور تم اس جہت کو اپنی دونوں آنکھوں سے قلب و ایمان اور یقین کے انوار کی روشنی میں دیکھ سکو گے ۔ پھر جس طرح اندھیرے گھر میں شمع سے، سیاہ رات میں گھر کے غرفوں اور دریچوں اور روزنوں سے نور ظاہر ہوتا ہے اور جس طرح اندر کے نور سے باہر کا گھر منور ہوتا ہے ۔ اسی طرح تمھارے باطن سے تمھارے ظاہر کو تمھارے دل کا یہ نور مستنیر کریگا ۔ پھر تمہارا نفس اور تمہارے اعضا و جوارح خدا تعالےٰ کے وعدے اور اس کی عطا پر طمانیت و آرام کی دولت پائیں گے ۔ غیر کے وعدے سے تو یہ سب کچھ نصیب نہیں ہو سکتا ۔

چنانچہ تم اپنے نفس پر رحم کرو، اس پر ظلم نہ کرو، اسے جہالت، اور رعونت کی تاریکیوں کے یوں حوالے نہ کرو کہ تمھاری نظریں جہات میں بھٹکنے لگیں اور تم مخلوق، قوت یا کسب و اسباب پر توکل کرنے لگو ۔ ایسا ہوا تو جہات تم پر بند کر دی جائیں گی اور فضلِ خداوندی کی جہت تم پر کبھی وا نہ ہو گی اور یہ سزا تمھیں اس لیے ملے گی کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف نگاہ نہ کی ۔ جب تمھیں اس مقام تک رسائی ہو گئی کہ تمھاری نگاہیں صرف فضلِ خداوندی کی طرف نگراں ہوں اور تم غیر اللہ سے کوئی امید وابستہ نہ کرو، اور ماسوی اللہ کی قربت سے آنکھیں بند کر کے رحمتِ خداوندی کے قرب سے مستفید ہو جاؤ تو خدا تعالےٰ تمھیں اور زیادہ قریب کرے گا، تمھاری پرورش اور تربیت کرے گا، رحم کرے گا، کھلائے پلائے گا، علاج کرے گا اور شفا دے گا ۔ عطا کرے گا اور غنی کر دے گا ۔ مدد کرے گا اور حاکم بنا دے گا، پھر تمھیں خلق اور نفس سے دور کر کے فنا کر دیگا ۔ اس کے بعد نہ تمھیں اپنا فقر نظر آئے گا، نہ غنا ۔

مقالہ ۵۹ مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر کی اہمیت

حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تمہارا حال دو حالتوں سے خالی نہیں، یا بلا میں مبتلا ہو گے یا نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔ جب حالتِ بلا میں ہو تو تم سے صبر کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ تکلف کے ساتھ صبر کرنا ادنیٰ درجہ ہے اور ہر بلا پر راضی ہو کر صبر کو اختیار کر لینا اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کے بعد فعلِ خداوندی پر رضا و موافقت کا درجہ ہے۔ پھر فنا کا مقام ہے جو صرف ابدال اور عرفا کو ملتا ہے۔

اگر تم حالتِ نعمت میں ہو تو تم سے شکر کی توقع کی جاتی ہے۔ شکر زبان و قلب اور اعضاء و جوارح سے ادا ہوتا ہے۔ زبانی شکر کرنا نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ہے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور یہ مخلوق یا نفس یا اپنی قوت و طاقت اور حرکت اور کسب کے باعث نصیب نہیں ہوئیں اور یہ کہ جس کے ہاتھوں سے وہ نعمت تم تک پہنچی ہے، وہ بھی دینے والا نہیں ہے کیونکہ یہ تمام تو ظاہری وسیلے، سبب اور ذرائع ہیں نعمتوں کو پیدا کرنے، جاری کرنے اور بانٹنے والا اور ان کے حصول کا ذریعہ تو صرف خداوند کریم ہے اس لیے شکر کا مستحق تو وہی ہے کوئی اور نہیں۔ جس طرح تحائف لانے والے غلام کے بجائے تحفے بھیجنے والے آقا کی طرف نظر جاتی ہے۔ جو لوگ آقا کے بجائے غلام کو تحائف و نعم عطا کرنے والا خیال کرتے ہیں، ان کے متعلق خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وہ لوگ دنیا کی ظاہری حیات کو دیکھتے ہوں اور آخرت کو بھول چکے ہیں"۔ چنانچہ جو

لوگ ظاہر اور وسیلے کی طرف متوجہ رہے، وہ چیز کی اصل اور اس کی حقیقت و معرفت تک نہیں پہنچتے۔ ایسے لوگ جاہل، احمق اور عقل سے کورے ہوتے ہیں کیونکہ صاحب عقل و فہم تو وہی ہے جو ہر کام کے انجام پر نظر رکھے۔

قلب سے شکر گزاری یہ ہے کہ بندے کا محکم اور مضبوط عقیدہ ہو کہ تمام نعمتیں اور ظاہر و باطن کی سب منفعتیں، لذتیں اور خواہشیں اور تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ عز و جل ہی کی طرف سے ہیں، کسی اور کی طرف سے نہیں۔ اور اپنی زبان سے شکر کا اقرار کرنا دل کی شکر گزاری کی تعبیر و ترجمانی ہوتی ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا: "تمہارے پاس جو شے ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی نعمت ہے۔" پھر فرمایا: "اللہ نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اتمام کر دیا۔" ایک اور مقام پر فرمایا: اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احاطہ و شمار تمہارے لیے ممکن نہیں۔" ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ نعمتیں عطا کرنے والا خدا تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اعضا سے شکر کرنا یہ ہے کہ ان کی ہر حرکت اور استعمال صرف اطاعت خداوندی میں ہو اور خدا کے سوا کسی مخلوق کی اطاعت میں انھیں استعمال نہ کرے۔ مخلوق کی کوئی ایسی بات نہ مانی جائے جس میں خدا کے احکام سے گریز اور نافرمانی کا شائبہ ہو۔ نفس، اس کی خواہشات، تمام ارادوں، آرزوؤں اور تمناؤں اور پوری مخلوق کے سلسلے میں یہی حکم ہے۔

چنانچہ اطاعت خداوندی کو اصل اور قابلِ اتباع اور امام بنانا اور اس کے علاوہ ہر چیز کو فروع اور تابع اور ہیر و سمجھنا چاہیئے۔ اگر تم نے اسکے خلاف کیا تو تمہارا شمار راہ راست سے ہٹے ہوئے، ظالموں، غیر اللہ کا حکم ماننے والوں اور صالحین کی راہ پر نہ چلنے والوں میں ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ خدا کی نازل کردہ چیز کے ساتھ حکم نہ کریں، وہ کافر ہیں" دوسری آیت میں ہے: "ایسے لوگ ظالم ہیں"۔ ایک اور جگہ فرمایا: یہ لوگ فاسق ہیں۔ چنانچہ

ایسے لوگوں کا ٹھکانا وہ آگ ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ دنیا میں تو انسان کے لیے ایک لمحے کی گرمی اور چھوٹی سی چنگاری کو برداشت کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر ہاویہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے پر کیسے صبر ہو سکے گا۔ اس لیے خبردار اور متوجہ ہو جاؤ۔ جہنمی بن جانے سے بچو، بلا اور نعمت دونوں حالتوں میں حقیقت اور ان کی شرائط کو یاد رکھو اس لیے کہ تمام عمر میں کبھی بلا کی کیفیت ہوتی ہے کبھی نعمت کی۔ ہر حال میں صبر اور شکر کے بغیر حق ادا نہیں ہو سکتا۔

اگر بلا کی حالت ہو تو کبھی مخلوق میں سے کسی کی طرف شکایت نہ لے جاؤ اور اپنی بے قراری نہ ظاہر کرو اور اپنے پروردگار پر اور اس کی حکمت پر تہمت نہ لگاؤ اور نہ اس بلا میں پوشیدہ حکمت و مصلحت میں جو دنیا و آخرت میں تمھارے لیے منتخب کی گئی ہیں، کسی طرح کا شک نہ کرو اور نہ بلا سے بچنے کے لئے مخلوق کی طرف رُخ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمھارا یہ عمل شرک ٹھہرے گا۔ خدا کی ملک میں اس کے سوا کوئی کسی شے کا مالک نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے، نہ اٹھانے لانے والا ہے، نہ بیمار کرنے، بلا نازل کرنے صحت دینے اور اچھا کرنے والا ہے۔ فعل خداوندی میں ظاہری و باطنی طور پر مخلوق کے ساتھ مشغول نہ ہونا کیونکہ مخلوق تمھیں کسی چیز میں بھی خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔

لہذا صبر و رضا اور موافقت و فنا کو اپنے لیے لازمی سمجھو اگر تمھیں ان سے محروم کر دیا گیا تو خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرو، اسی سے فریاد کرو اور اپنے معاصی کا اعتراف کرتے ہوئے حد قسمتی پر گریاں رہو، خدا کی توحید اور اسکی نعمتوں کا اعتراف و اعلان کرو، شرک کی ہر صورت سے بچو اور رضائے الٰہی اور موافقت حق کی خواہش کرو، حتےٰ کہ نوشتۂ تقدیر

اپنے وقت کو پہنچے اور مصائب و آلام ختم کر دیئے جائیں اور تمھیں نعمت و سرور و فرحت حاصل ہو جائے۔ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ تاریکی شب کے بعد دن کی روشنی اور سردی کے موسم کے بعد موسم بہاراں کی آمد کی طرح بلائیں ختم ہو جائیں گی۔ اسی طرح ہر چیز کی ضد، غایت، انتہا اور مدت ہوتی ہے۔ چنانچہ رفع بلا کے لیے صبر کنجی ہے اور خیر و خوبی اس کے ابتدا و انتہا ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "جس طرح جسم میں سر کا مقام ہے اسی طرح ایمان میں صبر کا درجہ ہے۔" ایک اور حدیث میں ہے: "صبر ہی پورا ایمان ہے۔"

کبھی شکر کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے جو تمھاری قسمت میں ہیں۔ مقام فنا حاصل ہونے پر شکر گزاری یہ ہے کہ اس مقام سے استفادہ کرتے ہوئے تمام خواہشات کو ختم کر دو اور شرعی حدود کی حفاظت و نگہداشت میں ہمہ وقت مشغول رہو۔ یہ ابدال کا انتہائی مقام ہے۔ چنانچہ جو راہ تمھارے لیے بیان کر دی گئی ہے، اس سے نصیحت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں راہِ راست کا رہرو بنائے گا۔

مقتضیاتِ طبع سے

مقالہ ۶۰

حدودِ شرعی کے ساتھ استفادہ

حضرت نے فرمایا: سلوک کی ابتدا یہ ہے کہ بندہ عادات و مقتضائے طبعی کو چھوڑ کر شریعت کے مطابق چیزوں کو اختیار کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ قضا و قدر کی طرف آ جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ حدود شرعی کی حفاظت و نگہداشت کے ساتھ عادات طبعی کی طرف پلٹ آئے۔ پھر خورد و نوش اور پہننے کی چیزوں، نکاح کرنے، مکان بنانے اور عادات طبع سے کرنے والے

سب کاموں میں سے جن کی شریعت اجازت دے، کرے اور جن سے روکے نہ کرے اور کتاب و سنت کی پوری پوری متابعت کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: "جو چیز رسول تمھیں دیں، لے لو اور جس چیز سے تمھیں روکیں، اس سے باز رہو۔" اور فرمایا: "اے رسول! انھیں فرما دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، پھر خدا تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔"

اس لیے تم اپنے ظاہر و باطن میں اپنے نفس، اسکی خواہشوں اور اس کی سرکشی کو اس طرح فنا کرو کہ تمہارے باطن میں توحیدِ خداوندی اور ظاہر میں اطاعتِ الٰہی کے سوا کچھ نہ رہے۔ تمہاری یہی حالت شبانہ روز ہر حرکت و سکون میں، سفر و حضر، مرض و صحت، خوشی و غم میں اور تمام احوال میں ہونی چاہیئے۔ پھر تمہیں قضا و قدر کے تصرف میں دے دیا جائے گا اور تمھاری سعی و طاقت، قوت و مشقت کو ختم کر کے جو کچھ تمہارے مقدر کا لکھا ہوا ہے اور خدا کے علم میں ہے اس کی طرف تمہیں لے جایا جائے گا۔ اس کے ساتھ تمھارا اختلاط ہو جائے گا تو تمہیں تحفظ۔ اور سلامتی کی نعمت عطا کر دی جائے گی۔

اس حالت میں جب تم شرعی حدود کی حفاظت کے قابل ہو جاؤ گے، اور فعلِ الٰہی سے تمھیں موافقت نصیب ہو جاتے گی تو تم شرع کے قوانین کو کسی طرح نہیں توڑو گے اور کسی حرام چیز کو زندیقوں کی طرح حلال اور مباح نہ کہو گے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بے شک شریعت کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔" ایک اور جگہ فرمایا: "ہم نے (حضرت) یوسفؑ سے برائی اور فحش بات لوٹا دی کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔" پھر رحمتِ خداوندی سے زندگی بھر حمیّت و حفاظتِ ایزدی تمہارے ساتھ رہے گی، طبع کو مرغوب چیزیں جو تمھارا حصہ ہیں اور تمھارے لیے ہیں، ایک بوجھ ہیں جن سے تمھیں بچا لیا گیا ہے تاکہ وہ تمھیں وصال و فنا کی چوکھٹ

تک رسائی کے لیے بوجھل اور کمزور نہ کر دے۔ فنا کا یہی مقام قربِ خداوندی تک رسائی اور معرفت حق اور اسرار و علوم تک پہنچنے اور بحرِ انوار میں غوطہ زن ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس طرح ظلمتِ طبیعت انوار کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

پھر جب تک روح جسم سے نکل نہ جائے، طبیعت ان کاموں کو پورا کرنے کے لیے باقی رہتی ہے۔ کیونکہ اگر میلاناتِ طبع انسان میں نہ رہیں تو وہ فرشتوں میں جا ملے گا اور نظمِ عالم برقرار نہ رہے گا اور حکمتِ خداوندی باطل ہو جائے گی لیکن عاداتِ طبع کا باقی رہنا جزو لازم تو ہے، مقصدِ حیات ہرگز نہیں ہے — جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: "تمھاری دنیا میں تین چیزیں مجھے محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں اور نماز — نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔" جب حضور پرنور دنیا و مافیہا سے فنائیت کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو اس مقسوم کو آپ کی طرف لوٹا دیا گیا جو اس وقت روک لیا گیا تھا۔ جب آپ اپنے رب کی طرف چلے، پھر آپ نے امرِ خداوندی کی تعمیل اور فعلِ حق کی موافقت اور رضامندی کی حالت میں ان چیزوں کو پورا پورا حاصل کر لیا، اسماءِ باری تعالےٰ مقدس ہیں، اس کی رحمت عام ہے اور اس کا فضل تمام نبیوں، ولیوں کے شاملِ حال ہے۔ پس اس سلسلے میں ہر ولی کی یہی حالت ہے کہ اس کے فنا ہونے کے بعد اس کی قسمت اور مقتضیاتِ طبع حدودِ شرعی کے ساتھ اسے لوٹا دیئے جاتے ہیں اور انتہا سے ابتدا کی طرف واپسی کے یہی معنی ہیں۔

مقالہ ۶۱ — اہلِ ایمان کی تین حالتیں

حضرت نے فرمایا: جب مقسومات مومن تک پہنچیں تو وہ انھیں لینے اور قبول کرنے میں اس قدر توقف اور تفتیش لازماً کرے کہ شریعت

اس کے مباح ہونے اور قبول کرنے کا حکم دے دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن وہ ہے جو تحقیق کرے، منافق فوراً وصول کر لیتا ہے۔" نیز فرمایا کہ: "توقف کرنے والا مومن ہے۔" ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "جو شے مشکوک ہو اسے چھوڑ دو اور جس میں شک نہ ہو، لے لو۔" چنانچہ مومن کھانے پینے، پہننے، نکاح سے متعلق اور دوسری تمام چیزیں جو اس پر ظاہر ہوں بلا توقف حاصل نہ کرے۔ وہ تقوٰے کی حالت میں ہو تو شرع سے جواز حاصل کیے بغیر وہ چیز نہیں لیتا اور اگر حالتِ ولایت یا غوثیت وابدالیت کے مقام میں ہے تو علم یا فعلِ خداوندی جو "قدرِ محض" ہے، کے حکم کے بغیر وہ چیز نہیں لیتا۔

اس کے بعد مومن پر دوسری حالت آتی ہے جو کچھ اسے عطا کیا جاتا ہے، اسے اس وقت تک استعمال کرتا رہتا ہے، جب تک شریعت، امرِ باطن یا علم خداوندی کو اس پر اعتراض نہ ہو۔ جونہی ان پہلوؤں سے کوئی اعتراض سامنے آتا ہے، مومن اس چیز کے استعمال سے باز آجاتا ہے۔ یہ حالت پہلی حالت کی ضد کہی جاتی ہے۔ کیونکہ پہلی حالت میں لینے میں توقف کرنا اور دیر سے حاصل کرنا ضروری تھا اور اس حالت میں انھیں لے لینا اور ان چیزوں سے اختلاط کرنا ضروری ہوا۔

پھر تیسری حالت ہے جس میں شریعت، امرِ باطن اور علمِ ایزدی کے اعتراض کے بغیر محض ان نعمتوں کے حصول اور ان سے اختلاط ہے جو مومن پر فتح کی گئی ہیں اور یہی تیسری حالت فنا کی حقیقت ہے۔ اس میں مومن تمام آفات و بلیات سے اور حدودِ شریعت توڑنے سے محفوظ ہوتا ہے اور برائیوں سے بچا رہتا ہے جیسا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا۔ "ہم نے (حضرت) یوسفؑ کو برائی اور بدی سے بچا لیا۔ بے شک وہ ہمارے بندگانِ مخلص میں سے ہیں۔" اس طرح بندے کو شریعت کی حدود توڑنے

سے اس طرح بچا لیا جاتا ہے جیسے یہ کام ہی اسے سونپ کر اسے اجازت دے دی گئی ہے اور اس کے لیے یہ چیز جائز کر دی گئی ہے

اس حالت میں مومن کو جو مقسوم حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں پاک صاف ہوتا ہے اور بُرے انجام سے منزّہ ہوتا ہے۔ اور بندہ ارادۂ خداوندی اور موافقت و فعل الٰہی سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس حالت سے بڑھ کر کوئی حالت نہیں ہے اور یہی غایتِ اصلی ہے۔ اور یہ مقام ان کا ہے جنہیں صاحبانِ اسرار اولیاء کرام اور اربابِ اخلاص ہونے کے باعث انبیاء کی چوکھٹ تک رسائی ہوتی ہے اور وہیں سے اکتسابِ فیض کر کے وہ لوگ منبعِ انوار و اسرارِ الٰہی ہو جاتے ہیں۔ ان سب پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

مقالہ ۶۲ خدا تعالیٰ کا تقرب اور دوری

فرمایا: تعجب ہے اگر تم یہ کہو کہ فلاں مومن مقرب ہے اور مجھے دور رکھا گیا ہے، فلاں کو عطا کیا گیا ہے اور میں محروم ہوں۔ فلاں غنی ہے، مجھے محتاج بنایا گیا ہے۔ فلاں تندرست ہے، میں بیمار ہوں۔ فلاں بزرگ ہے، مجھے حقیر کیا گیا ہے۔ فلاں کی تعریف کی گئی ہے، میری مذمت۔ فلاں کو سچا بنایا گیا ہے، مجھے جھوٹا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ واحد ہے اور محبت میں بھی وحدت اور یکتائی کو پسند کرتا ہے۔ جب تک کسی غیر کے ذریعے خدا کا تقرّب حاصل کرنے کی خواہش کرو گے تو تمہاری محبت خدا اور اس کے غیر میں تقسیم ہو جائے گی جس کے ہاتھ سے اور وسیلے سے ظاہری طور پر نعمت تک تمہاری رسائی ہوئی ہے۔ اس بنا پر تمہارے دل میں خدا کی محبت کم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ غیور ہے، اپنے شریک کو گوارا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیروں کے ہاتھوں کو تمہاری مدد سے، ان کی زبانوں کو تمہاری تعریف سے اور ان کے قدموں کو تمہاری طرف بڑھنے سے روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی وجہ سے تم خدا سے غفلت

اختیار نہ کرو۔ کیا تم نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سُنا کہ انسانی قلوب کی پیدائش اسی لئے ہے کہ وہ اپنے احسان کرنے والوں سے محبت اور بُرائی کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں کو تم پر احسان کرنے سے روک دینا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے تاکہ تم اس کی وحدانیت کو مان لو اور صرف اسی سے محبت کرو۔ اور اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ، اپنی تمام حرکات و سکنات میں اللہ ہی کے لئے ہو جاؤ۔ صرف اس کے خیر کو دیکھو اور کسی شر کو نہ دیکھو۔ اور مخلوق سے، نفس اور اس کی خواہشات سے، ارادوں اور آرزوؤں سے اور خدا کے سوا ہر چیز سے فنا ہو جاؤ۔ اس کے بعد تمہاری طرف عطا و بخشش کے ہاتھ بڑھیں گے اور زبانیں تمہاری تعریف میں کھُلیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہیں عیش و تنعم کے ساتھ رکھے گا۔

پس، بے ادبی نہ کرو اور اس ذات پر نگاہ رکھو جس کی نظر تمہاری طرف ہے۔ اور اس کی طرف متوجہ رہو جس کی توجہ تم پر ہے۔ اسی کو دوست رکھو جو تمہیں دوست رکھتا ہے۔ اسی کو جواب دو جو تمہیں پکارتا ہے اور اسی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ جو گرنے سے تھامتا ہے اور جہل و ظلمت سے نکالتا ہے، ہلاکت سے بچاتا ہے، گندگی دور کرتا ہے، آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔ نفسِ مُردار کی بُو اور تمہارے بُرے ارادوں سے تمہیں چھٹکارا دیتا ہے۔ نفسِ امارہ کی برائیوں سے رہائی بخشتا ہے اور بھٹکے ہوئے اور گمراہ کرنے والے ساتھی یعنے شیطان سے نجات دیتا ہے۔ تمہارے جاہل دوست راہِ حق کے ایسے رہزن ہیں جو تمام پاک، اچھی، نفیس اور عزیز چیزوں تک تمہیں پہنچنے نہیں دیتے۔

ایسے میں تم کب تک خواہشات کی متابعت اور اپنے خالق و مالک سے سرکشی کرو گے۔ کب تک دنیا و آخرت کے چکر میں پھنسے رہو گے۔ اور ماسوی اللہ کے پابند رہو گے۔ تم تو گویا ہر چیز کے خالق اور پروردگار سے دور جا پڑے ہو۔ یاد رکھو، اوّل و آخر، ظاہر و باطن وہی ہے، اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے، روحوں

اور دلوں کو طمانیت و سکون بخشنا، بوجھ اتارنا — اور عطا و احسان کرنا، یہ سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور وہ بڑی شان والا ہے۔

مقالہ ۶۳ معرفت کی ایک قسم

فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا: گویا کہہ رہا ہوں کہ تُو باطن میں اپنے نفس کو اور ظاہر میں مخلوق اور عمل میں اپنے ارادوں کو خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے جو میرے پاس تھا، مجھ سے پوچھا کہ یہ کیسی بات ہے۔ میں نے جواب دیا، یہ معرفت کی ایک قسم ہے۔

مقالہ ۶۴ کیسی موت اور کیسی حیات درکار ہے

فرمایا: مجھے ایک دن ایک کام میں دشواری پیش آئی اور میرا نفس اس تنگی سے نکلنے اور راحت پانے کا طلب گار ہوا۔ ایسے میں مجھ سے کہا گیا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: "ایسی موت جس میں حیات نہ ہو اور ایسی حیات جس میں موت نہیں"۔ پوچھا گیا: "وہ کون سی موت ہے جس میں حیات نہ ہو اور وہ کیسی حیات ہے جس میں موت نہ ہو؟" میں نے جواب دیا: "ایسی موت جس میں حیات نہیں، میرا اپنی ہم جنس مخلوق سے مرجانا ہے، یوں کہ کہ میں ان سب میں زندہ بھی رہوں اور ان میں پایا بھی نہ جاؤں — حیات جس میں موت نہیں، وہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کے فعل میں زندہ رہوں اس طرح کہ اس میں میرا وجود نہ ہو۔ اس حالت میں میری موت وجودِ حق کے ساتھ میری حیات ہے — جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میری یہی خواہش سب خواہشوں سے زیادہ نفیس ہے۔

مقالہ ۶۵ ناراضی خدا سے یا اپنے نفس سے

حضرت شیخ نے فرمایا: اگر تمھاری دعا قبول ہونے میں تاخیر ہو جائے تو تم اپنے پروردگار پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ مجھ پر مخلوق سے سوال کرنا حرام اور خدا سے مانگنا فرض کر دیا گیا ہے اور جب اس سے دعا کرتے ہیں، تو قبول نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں تم سے پوچھا جاتا ہے کہ تم آزاد ہو یا غلام؟ اگر تم اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہو تو کافر ہو اور اگر غلام ہو تو غور کرو کہ دعا کی قبولیت میں دیر ہونے سے اپنے آقا پر تہمت لگاتے ہو اور خدا کی اس رحمت میں جو تمھارے اور دوسری ساری مخلوق کے لیے عام ہے اور علم الٰہی میں جو سب کے احوال کے ساتھ ہے، شک کرتے ہو۔ اور اگر اپنے رب پر تہمت نہیں لگاتے اور اسکی حکمت، اس کے ارادے اور دعا کی قبولیت میں اس کی تاخیر کو اسکی مصلحت سمجھتے ہو تو تم پر لازم ہے کہ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھارے لیے صالح اور بہتر نعمت منتخب کی اور اس میں سے فساد کو دور کر دیا۔

اگر اس حالت میں تم خدا پر تہمت تراشتے ہو تو اس حرکت کی وجہ سے کافر ہو گئے ہو کیونکہ اس پر تہمت لگانا اس کے ساتھ ظلم کو منسوب کرنا ہے جبکہ وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ تو تمھارا اور ہر چیز کا مالک ہے۔ اور مالک اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اور اس تصرف کو ظلم سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور ظالم کی تعریف ہی اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ وہ کسی اور کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ سے ناراض ہونے کا راستہ اختیار نہ کرو یعنی فعلِ الٰہی پر جس سے وہ تم میں کار فرما ہے اور وہ فعل تمھاری طبع اور خواہشِ نفس کے خلاف ہے۔ اعتراض نہ کرو۔ اگرچہ وہ فعل تمھیں خلافِ مصلحت بھی نظر آئے، تم پر واجب ہے کہ شکر، صبر، موافقت اور رضائے الٰہی کو اختیار کرو اور

ناراضی، تہمت تراشی، نفس کی سرکشی کے ساتھ اپنے قیام اور خدا سے گمراہ کرنے والی ہر خواہش کو چھوڑ دو اور ہمیشہ مولا کی رضا چاہو اور صدق و خلوص سے اس کی پناہ مانگو اور اپنے رب پر حسنِ ظن رکھو اور اس سے کشائش اور رحمت کی امید رکھو، اس کے وعدے کو سچا سمجھو، اس سے حیا کرو، امرِ الٰہی سے موافقت اور توحیدِ خداوندی کی حفاظت کو شعار کرو اور اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے — وہ نہ کرو، جب قضا و قدر اور فعلِ خداوندی کا ظہور و نزول ہو، اپنے آپ کو مردہ سمجھو۔

اگر تم بہتان و تہمت تراشنے اور سوءِ ظن کرنے پر مجبور ہو تو اس کا مستحق تمہارا نفس ہے جو تمھیں برائی پر اور اپنے رب کی نافرمانی پر اکساتا ہے اس پر تہمت لگاؤ اور اس پر بدظنی کرو، اپنے رب کریم کے بجائے اپنے نفس کی طرف ظلم کی نسبت کرنا ہے قرینِ حقیقت ہے۔ اس لیے تمھارا فرض ہے کہ نفس کی موافقت و محبت، اس کی رضامندی اور اس کی بات ماننے سے بچو کیونکہ وہ تمھارا اور خدا تعالیٰ دونوں کا دشمن ہے اور جو خدا کا — اور تمہارا دشمن ہے، شیطان لعین کا دوست، اس کا خلیفہ اور جاسوس ہے۔

لہٰذا اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اس پر بہتان تراشی سے پرہیز کرو، پرہیز کرو اور اس کام میں جلدی کرو، جلدی کرو۔ نفس پر تہمت لگاؤ اسے ظالم جانو اور اللہ کا یہ فرمان پڑھو: "اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو اللہ تمھیں کیوں عذاب دے گا۔" اور یہ ارشادِ باری تعالیٰ بھی ذہن میں رکھو: "یہ عذاب تمھارے اپنے ہاتھوں سے کیے گئے اعمال کی وجہ سے ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔" نیز فرمایا: "لوگوں پر خدا تعالیٰ ظلم نہیں کرتا — لوگ اپنے نفوس پر خود ظلم کرتے ہیں۔" ان کے علاوہ اس بارے میں جو دیگر آیات و احادیث ہیں انھیں پڑھو اور اللہ کے لیے اپنے نفس کے دشمن بن جاؤ اور خدا کی طرف

سے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرو، اس پر تلوار نکال لو اور اس کیلئے اللہ کے لشکر کی حیثیت اختیار کر لو۔ نفس پر غالب ہو جاؤ کیونکہ اللہ کے دشمنوں میں یہ سب سے بڑا دشمن ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت داوٗدؑ سے فرمایا۔"اے داوٗد! خواہش نفس کو ترک کر دو کیونکہ اس سے بڑھ کر مجھ سے جھگڑا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔"

مقالہ ۶۶ خدا سے ہر وقت مانگتے رہو

حضرت محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز یہ نہ کہو کہ میں خدا سے دعا نہیں مانگتا کہ جو چیز میری قسمت میں ہے، سوال کروں یا نہ کروں وہ تو مجھے مل ہی جائے گی اور اگر کوئی شے میرے مقدر میں نہیں تو دعا کرنے سے بھی نہ ملے گی۔ یہ بات کہنے کے بجائے تمھیں چاہیئے کہ تمھیں جس چیز کی ضرورت یا خواہش ہے، وہ اگر حرام اور فاسد نہیں تو خدا سے مانگو، کیونکہ خدا تعالےٰ نے خود تمھیں مانگنے کا حکم دیا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں قبول کرنے والا ہوں۔" پھر فرمایا: "خدا سے اس کا فضل و کرم مانگو۔" حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سے قبولیت کے یقین کے بعد دعا مانگو۔" مزید ارشاد فرمایا: "اللہ کریم سے اپنی باطنی ہتھیلیوں سے دعا کرو۔" اس سلسلے میں اور بھی کئی احادیث ہیں۔

یہ مت کہو کہ میں تو خدا سے مانگتا رہا، اس نے مجھے نہیں دیا، اس لیے میں اب کچھ نہ مانگوں گا بلکہ چاہیئے کہ ہمیشہ اس سے مانگتے رہو، اس لیے کہ اگر وہ تمہارے مقدر میں ہے تو سوال کے بعد خدا اسے تمھیں عطا کر دے گا۔ اور اس کی یہ بخشش تمہارے ایمان ویقین اور توحید پر عقیدے کو مضبوط کر دے گی اور تمھیں مخلوق سے سوال کرنے کی زحمت سے چھٹکارا دلائیگی اور اس کے سبب تم ہمیشہ تمام حالتوں میں خدا ہی کی طرف متوجہ ہو گے۔

اور تمھاری احتیاجات پوری ہوں گی۔

اور اگر جو کچھ تم نے مانگا، وہ تمھاری قسمت میں نہیں ہے تو اللہ تمھیں اس سے بے نیاز کر دے گا اور تمھیں توفیق دے گا کہ تنگی اور عسرت کی حالت میں بھی خدا تعالےٰ سے راضی رہو گے۔ اگر تم محتاج یا مریض ہو تو اس حالت میں بھی تمھیں خوش رکھے گا۔ اگر قرضدار ہو تو قرض خواہ کو تمھارے ساتھ نرمی کرنے تمھارے دولت مند ہونے پر دیر کرنے یا آسانی کرے یا معاف کر دینے یا مطالبہ قرض کو کم کرنے پر آمادہ کر دیا جائے گا اور اگر قرض خواہ تمھارا قرض معاف یا کم نہ بھی کرے گا تو خدا تعالےٰ تمھارے سوال کو دنیا میں پورا نہ کرنے کے بدلے میں آخرت میں تمھیں بے اندازہ ثواب دے گا، کیونکہ خدا تعالیٰ کریم و رحیم اور غنی ہے اور دنیا و آخرت میں اپنے سائل کو نا امید نہیں کرتا۔ چنانچہ سوال کرنے میں ہر طرح فائدہ ہے اور حصول ہی حصول ہے خواہ دنیا میں ہو، یا آخرت میں۔ حدیثِ پاک میں ہے: "مومن کی فردِ عمل میں ایسی نیکیاں بھی ہوں گی جنھیں اس نے دنیا میں نہ کیا تھا اور جنھیں وہ جانتا تک نہیں کہ یہ کہاں سے آ گئیں، پھر اسے بتایا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیرے سوالوں اور دعاؤں کا بدلہ ہے جنھیں تو نے دنیا میں خدا سے طلب کیا تھا" اور یہ بدلہ اس لیے ہے کہ مومن سوال کرتے وقت خدا تعالےٰ کا ذاکر اور اسے واحد ماننے والا تھا، اور ہر چیز کو اس کے موقع محل پر رکھنے والا اور حق دار کو اس کا حق دینے والا تھا اور وہ پوری طاقت و قوت کے ساتھ غرور و تکبر سے گریزاں رہا۔ یہی وہ اعمالِ حسنہ ہیں جن کا اجر خدا تعالےٰ کے نزدیک ضروری ہے۔

مقالہ ۶۷ مجاہدۂ نفس کی جزا

حضرت نے فرمایا: جب تم اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہو، اس پر غالب آ کر شمشیرِ مخالفت سے اسے قتل کر ڈالتے ہو تو اللہ تعالےٰ اسے دوبارہ

اس لیے زندہ کر دے گا کہ وہ تم سے جھگڑے، تمھیں حرام یا مباح کی خواہش و لذت کے دام میں پھنسائے، ان کی طلب تم میں پیدا کرے تاکہ تم اس کے ساتھ پھر مجاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھو اور اللہ کی جانب سے دائمی ثواب کے حقدار بن جاؤ۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ : "ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا"۔ جہادِ اکبر سے حضور کی مراد مجاہدۂ نفس ہے اور نفس ہمیشہ لذتوں اور گناہوں سے مشغول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بھی یہی معنی ہیں کہ : "یقین کی کیفیت تک پہنچنے تک اللہ کی عبادت کرتے رہو"۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کا حکم دیا۔ عبادت سے نفس کی مخالفت مراد ہے کیونکہ نفس تمام عبادتوں سے سرکشی کرتا ہے اور عبادتوں کی ضد چاہتا ہے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طاہر و مطہر نفس عبادت کرنے سے کس طرح سرکشی کر سکتا ہے جبکہ آپ میں کوئی خواہش نفس باقی ہی نہ تھی۔ خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا : "آپ اپنی خواہش سے تو کوئی بات نہیں کہتے، آپ کی تو ہر بات وحی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے"۔ — اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو جس طرح خطاب فرمایا، یہ اظہارِ شریعت کا طرز ہے تاکہ اس سے شریعت کا حکم ثابت ہو اور یہ حکم آپ کی امت میں قیامت تک کے لیے جاری ہو جائے .... اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو نفس اور خواہش پر غلبہ دیا تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ ہو اور آپ امت کی طرح مجاہدے کے حاجت مند نہیں ہیں۔

مومن جب زندگی بھر ہمیشہ نفس سے مجاہدے پر قائم رہا۔ اور نفس و خواہشِ نفس کے خون سے بھری ہوئی ننگی تلوار لے کر اپنے خدا سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں جنت میں دینے کا وعدہ کر رکھا ہے، اسے

عطا فرمائے گا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے خوف زدہ ہوا اور نفس کو خواہش سے باز رکھا، بلاشبہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ جب اللہ کریم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور جنت اس کا گھر اور ٹھکانہ قرار دی جائے گی تو مومن جنت سے باہر آنے اور اس کے علاوہ کسی دوسری جگہ منتقل ہونے اور دنیا کی طرف واپس جانے کے خیال سے بے پروا ہو گا اور جس طرح مومن ہر روز اور ہر لحظہ دنیا میں نفس اور اسکی خواہشات کے خلاف نئے نئے مجاہدے کیا کرتا تھا، اسی طرح ہر روز، ہر ساعت اللہ کریم اسے تازہ اور انواع و اقسام کی نعمتیں، طرح طرح کے ملبوسات اور خوبصورت قیمتی زیور عنایت کرے گا۔

منافق، کافر اور گنہگار جس طرح دنیا میں نفس اور خواہشاتِ نفس کے خلاف مجاہدہ نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی متابعت اور شیطان کی موافقت کرتے تھے اور کفر و شرک کے علاوہ طرح طرح کے دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے، یہاں تک کہ آخر کار بغیر توبہ کیے کفر کی حالت میں انھیں موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ انہیں خاص انہی کے لیے تیار کی گئی آگ میں داخل کر دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے"۔ پھر جب انھیں اس آگ میں داخل کیا جائے گا تو اس آگ کے مقام کو ان کا مستقل ٹھکانہ بنا دیا جائے گا۔ آگ ان کے گوشت اور کھال کو جلا دے گی اور اللہ تعالیٰ ان کے بدلے نیا گوشت اور کھال بنا دے گا جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جب ان کی جلدیں جل جائیں گی تو ہم جلے ہوئے گوشت پوست کو بدل دیں گے۔ چونکہ وہ لوگ دنیا میں اپنے نفس اور خواہشات کی موافقت میں خدا کی نافرمانی کرتے رہے اس لیے اللہ انھیں اس صورت میں ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے گا۔

چنانچہ اہلِ جہنم کو زیادہ عذاب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کے لیے

نیا گوشت پوست پیدا کر دے گا اور اہلِ بہشت کو ہر وقت تازہ اور نئی نعمتیں عطا کرے گا تاکہ انکی خواہشات و لذّات دوچند ہوں اور انھیں یہ عیش اس لیے نصیب ہوگا کہ وہ دنیا میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے اور اسے تابع بنانے میں لگے رہے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا بھی یہی مفہوم ہے کہ " دنیا آخرت کی کھیتی ہے "۔

مقالہ ۶۸ رحمتِ خداوندی کے بغیر جنّت کیسی

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا :- جب اللہ تعالیٰ بندے کے سوال کو قبول کر کے اس کی طلب کردہ چیز' اُسے عطا فرما دیتا ہے تو اس سے نہ تو خدا کے ارادے میں کوئی فرق آتا ہے' نہ قسمت کے خلاف ہوتا ہے جسے لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے' اس پر علمِ خداوندی سبقت کر چکا ہے۔ بندے کا سوال پہلے سے مقررہ وقت میں ارادۂ خداوندی سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور دعا کی قبولیت ' اور حاجت پوری ہونے کا وقت بھی پورا ہو چکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے کل یوم هو فی شان : یعنی اس کی شان ہر روز نئی ہے۔ علماء نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مقدرات کو ان کے اوقات تک لے جایا جاتا ہے چنانچہ جس طرح کسی بندے کو صرف اس کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ دنیا میں کوئی چیز عطا نہیں فرماتا۔ اسی طرح محض دعاؤں کے ذریعے اس سے کسی شئے کو دور بھی نہیں کیا جاتا۔ حدیثِ پاک میں ہے :" دعا کے سوا تقدیر نہیں پلٹتی"۔ اس کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ دعا ہے جس سے قضا کے دُور ہو جانے سے خود قضا پوری ہو چکی ہو۔ اسی طرح یہ حکم بھی ہے کہ " اپنے عمل کے ذریعے کوئی شخص آخرت میں داخلِ بہشت نہیں ہوگا بلکہ جنت میں اللہ کی رحمت ہی سے ہر

آدمی جائیگا۔" مگر جنّت میں بندوں کے اعمال کے اندازے پر درجات عطا کیے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی آدمی محض اپنے اعمال کی بنا پر جنت کا مستحق ہے تو آپؐ نے فرمایا: "نہیں۔ جب تک رحمتِ خداوندی شاملِ حال نہ ہو"۔ میں نے عرض کیا: "آپ بھی؟" فرمایا۔ "ہاں! میں بھی اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گا جب تک رحمتِ خداوندی مجھے ڈھانپ نہ لے"۔ یہ فرما کر آپ نے دایاں ہاتھ اپنے سرِ مبارک پر رکھ دیا۔

صرف اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہونے کا سبب یہ ہے ۔۔ کہ خدا تعالےٰ پر کسی شخص کا کوئی حق بھی نہیں اور نہ اس کے لئے وعدے کی تکمیل ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ تو جس فعل کا ارادہ کرتا ہے اسے کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے معاف کر کے رحم فرماتا ہے۔ خدا سے اس کے فعل اور ارادے کے بارے میں کوئی سوال بھی نہیں کر سکتا، البتہ خداوند تعالےٰ جس سے چاہے، سوال کرتا ہے جسے چاہتا ہے، وفورِ رحمت و احسان سے بے حساب عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے انصاف کے ذریعے نہیں دیتا۔

ایسا کیوں نہ ہو جبکہ عرش کی مخلوق سے لے کر تحت الثرےٰ تک جو زمین کے سات طبقوں کے نیچے ہے، اسی کی مِلک ہے اور اس کی بنائی ہوئی ہے۔ ان سب چیزوں کا خالق و مالک اس کے سوا کوئی نہیں جیسا کہ خود اس نے فرمایا: "خدا کے سوا تخلیق کرنے والا کوئی نہیں"۔ ایک اور مقام پر فرمایا: "اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اے خدا۔ تو ہی مالک الملک ہے۔ تو جسے چاہتا ہے، ملک عطا فرما دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ہر بھلائی اور خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر شئے پر غالب اور ہر

کام پر قادر ہے۔ خود خدا تعالٰے کا ارشاد ہے کہ: "خدا جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے"۔

مقالہ ۶۹ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہیے اور کیا نہیں

فرمایا: اللہ تعالٰے سے صرف یہ چاہو کہ تمھارے گزشتہ گناہ بخشے جائیں اور تم موجودہ اور آیندہ دنوں میں گناہوں سے محفوظ رہو۔ حُسنِ اطاعت، تعمیلِ احکام، نافرمانی سے بچنے، قضاو قدر پر راضی رہنے، بلاؤں کی شدت پر صبر کرنے، نعمتوں اور عطاؤں پر شکر کرنے اور خاتمہ بالخیر ہونے کی توفیق مانگو۔ اور انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی بہترین مصاحبت اور رفاقت حاصل ہونے کی دعا کرتے رہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دنیا طلب نہیں کرنی چاہیئے، اگر بلا واحتیاج کے عالم میں ہو تو عافیت اور تونگری مانگنے کے بجائے صرف قسمت کے لکھے پر شاکر رہو اور جس حال یا جس مصیبت میں تمہیں رکھا گیا ہے، اس پر اس وقت تک حفاظت و مداومت کا سوال کرو جب تک خدا تمھیں موجودہ حال کے برعکس مخالف حال کی طرف نہ لوٹا دے۔

حقیقت یہ ہے کہ تمھیں اپنی بھلائی کے کام کی خبر نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تمھاری بہتری محتاجی میں ہے یا دولت مندی میں، ابتلاء میں ہے یا عافیت میں۔ تم سے اشیاء کی حقیقت کا علم پوشیدہ رکھا گیا ہے اور تمام چیزوں کی مصلحت اور ان کے مضرات کو خالق و مالکِ حقیقی ہی جانتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ میری صبح کس حال میں ہوگی۔ اس حالت میں جو مجھے پسند ہے یا ایسے حال

میں جو مجھے ناپسند ہے اس لئے کہ مجھے یہ علم نہیں کہ میری بہتری کس میں ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ وہ خداتعالیٰ کی تدبیر پر حسنِ رضا و موافقت کی نعمت سے مالا مال تھے اور اس کے حکم اور اختیار پر نیک گمان کرتے تھے خداوندِ کریم نے خود فرمایا: تم پر جہاد فرض کیا گیا، اگرچہ تم اسے پسند نہ کرتے ہو عنقریب تمہیں علم ہو جائے گا کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو، وہی تمہارے لئے اچھی ہو اور جسے تم اچھا اور پسند سمجھتے ہو، وہ حقیقت میں تمہارے لئے اچھی نہ ہو۔ خیر و شر کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اس وقت تک اس حال پر قائم رہو جب تک تمہاری خواہشیں ختم نہ ہو جائیں، تمہارا نفس شکستہ ہو کر ذلیل مغلوب اور مطیع نہ ہو جائے۔ تمہارے ارادے اور خواہشیں مٹ نہ جائیں اور تمام کائنات اور اس کے تعلقات تمہارے دل سے نکل نہ جائیں اور تمہارے دل میں خدا کے سوا کوئی شے نہ رہے۔ جب خدا کی محبت سے تمہارا دل لبریز ہو جائے گا اور خدا کی طلب میں تمہارا ارادہ صادق قرار پاتے گا، حکم خداوندی سے دنیا و آخرت کے حصوں سے تمہارے مقدر کا حصہ تمہیں مل جائے گا اور تم امر خداوندی کی بجا آوری میں اپنا حصہ خدا سے طلب کر لو گے۔

چنانچہ اگر تمہارا پروردگار تمہیں عطا فرمائے تو تشکر کے ساتھ قبول کرو اور تمہیں نہ دیا جائے تو نہ تمہیں اپنے رب سے ناراض نہ ہونا چاہیئے، نہ تمہارے باطن میں کوئی تبدیلی آنی چاہیئے۔ اور تم اللہ عزوجل پر بخل کی تہمت بھی نہ لگانا، اس لئے کہ اس حصے میں تمہاری خواہش یا ارادے کو قطعاً دخل نہ ہو گا اور اس وقت تمہارا دل ارادۂ الٰہی کے سوا ہر ارادے سے خالی ہو چکا ہو گا بلکہ سوال اور طلب میں تم صرف حکم خداوندی بجالانے والے فرماں بردار بندے بن جاؤ گے۔

مقالہ ۷ تخلیق اور کسب

حضرت شیخ نے فرمایا: تمہاری اپنے عمل میں خود بینی، اپنے نفس کو پیشِ نظر رکھنا اور اعمال کے معاوضے کی خواہش کرنا اچھا نہیں کیونکہ درحقیقت تمام اعمال توفیق و امداد خداوندی، قوتِ ایزدی اور فضل و ارادۂ الٰہیہ کی وجہ سے ہیں اور تمہارا گناہوں کو چھوڑنا بھی تمہاری اپنی طاقت اور قدرت سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نگہبانی اور اس کی حفاظت و حمایت سے ہے۔

تمہیں جو نعمتیں ربِ کریم نے عنایت کی ہیں، تم ان کے اقرار سے منکر کیوں ہو؟ یہ تمہاری حماقت ہے کہ غیر خدا کی شجاعت و پامردی، سخاوت اور مال خرچ کرنے پر نازاں ہو جبکہ تم اپنے دشمن کو کسی دوسرے شجاع انسان کی ہمت اور اعانت کے بغیر قتل کرنے کے قابل نہ تھے، اسی نے تمہارے غنیم پر ضرب لگائی اور تم اسے مارنے کے قابل ہوئے۔ اگر اس مردِ دلیر کی معاونت نہ ہوتی تو اپنے دشمن کے بجائے تم خود شکست کھاتے اور قتل ہوتے۔ اسی طرح تم اپنی قلیل دولت میں سے کچھ خرچ نہ کر سکتے۔ اگر صادق، کریم اور امین اس کا بدلہ دینے کی ضمانت نہ دیتا۔ اگر ضامن کا قول نہ ہوتا اور اس کے عہد پر تمہیں لالچ نہ ہوتا تو تم اس مال میں سے ذرّہ برابر خرچ نہ کرتے۔ پھر اپنے فعل پر غرور کیسا اور خود بینی کیسی؟

تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنے امداد گار کا شکر ادا کرو اور ہمیشہ اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہو اور اپنے ہر عمل کو اس سے منسوب کرو۔ البتہ برائی، شر اور ملامت کی نسبت اپنے نفس سے رکھو۔ اسی طرح ظلم اور بے ادبی بھی تمہارے نفس ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایسی حرکتوں پر نفس کو تہمت کا ہدف بناؤ کہ وہی اس کا استحقاق رکھتا ہے، خدا پر کوئی بہتان نہ باندھو۔ جان لو کہ اگرچہ خدا تعالیٰ تمہارا اور

تمھارے کسب کے ساتھ تمام افعال کا خالق ہے اور تم عامل مگر ہر برائی، شر اور سختی کا باعث تمھارا نفس ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بخدا تخلیق خدا کی قدرت ہے اور کسب تمھارے اختیار میں اور رسولِ پاک صاحب لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "عمل کرو اور اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہو۔ اس کے دوست بن جاؤ۔" پس جو آدمی جس کام کے لیے تخلیق کیا گیا ہے وہی کام اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔

مقالہ ۷۱ مرید اور مراد

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمھارے لیے دو حالتوں کے علاوہ تیسری نہیں، یا تم مرید ہو گے یا مراد۔ اگر مرید ہو تو طالب ہو اور طالب کو مطلوب تک رسائی کے لیے سختی اور مشقت برداشت کرنی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ محبوب کے حصول میں کامیاب ہو اور اپنی مراد و مقصود پالے۔ اس لیے تمھیں ہر بھاری سے بھاری بوجھ اٹھانا چاہیئے اور تمام سختیاں برداشت کرنی ہوں گی۔ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تمھاری جان و مال اور آل اولاد پر جو بلائیں نازل ہوں، ان سے پریشان ہو اور فرار اختیار کرو جب تک کہ تم کو اس بوجھ سے آزاد کر دیا جائے اور تمام اذیتیں، تکلیفیں اور ذلتیں رفع کر دی جائیں۔ پھر جب نفس کے تمام رذائل*، سارے میل کچیل، توہین، دکھ درد، بیماریوں، اور مخلوق کے سامنے پیش کی جانے والی تمام حاجتوں سے محفوظ و مامون کر دیئے جاؤ گے تو محبوبوں اور مرادین کے زمرے میں داخل ہو جاؤ گے۔

اگر تم مراد ہو تو بلائیں نازل ہونے میں ہرگز باری تعالیٰ جل شانہٗ پر تہمت نہ لگاؤ اور اس کے نزدیک تمہاری جو قدر و منزلت ہے، اسے شک کی نگاہ سے نہ دیکھو کیونکہ وہ تم پر ابتلا و آزمائش اس لیے نازل کرتا ہے کہ تمھیں مردانِ راہ کے درجے تک پہنچائے اور تمھیں اولیا و ابدالین کے منازل و مقامات تک

رسائی دے کر رفعت بخشے۔ کیا تمھیں پسند ہے کہ تمھاری منزل اور مقام ان کی منازل اور درجات سے کم رہے۔ اگر تم اس کمی پر راضی بھی ہو۔ تو خدا تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے اسی لیے اس نے فرمایا: "خدا تعالیٰ کو سب علم ہے جو تم نہیں جانتے۔"

یعنی خداوند تعالیٰ تمھارے لیے اعلیٰ وارفع مقام اور بہترین حیثیت کو پسند کرتا ہے اور تم انکار کرتے ہو، اگر تم یہ کہو کہ ابتلا و مصائب تو طالب و مرید کے لیے ہیں اور ناز و نعم محبوب و مراد کے لیے، اس لئے ناز پروردہ محبوب و مراد کیلئے ابتلا کیسے درست ٹھہرا۔ تو تمھیں یہ جواب دیا جائے گا کہ مذکورہ بالا قول عام طور سے عمل پذیر ہونے والا ہے اور دوسرا قول کم اور اتفاقاً واقع ہونے سے متعلق ہے۔ چنانچہ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے آقا و مولا علیہ التحیتہ والثنا، تمام محبوبوں کے سردار ہیں اور تمام لوگوں سے سخت ترین بلاؤں میں رہے۔ خود آقا حضور کا ارشاد ہے: "اللہ کے دین میں خدا سے جتنا میں خوف زدہ رہا ہوں، دوسرا کوئی نہیں رہا۔ اور خدا کی راہ میں جتنی تکلیفیں میں نے برداشت کیں، کسی نے نہیں کیں، بے شک تیس دن اور تیس راتیں مجھ پر ایسی گزری ہیں کہ ان میں ہمارے کھانے کے لئے اتنا ہی ہوتا تھا کہ (حضرت) بلال رضؓ کی بغل میں سما جائے۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: کہ ہم انبیاء کا گروہ بلاؤں کے نزول میں دوسرے لوگوں سے زیادہ سخت ہے؛ پھر اسی طرح حسب مراتب دوسرے خاصانِ حق ہیں۔ رسولِ مقبول کا ایک اور ارشاد ہے کہ "میں تم سب سے زیادہ خدا کو پہچاننے والا اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں"۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ناز پروردہ محبوب و مراد کو کس طرح مبتلائے ابتلاء کیا جاتا ہے اور کس طرح ڈرایا جاتا ہے اور یہ ابتلا اور خوف بہشت بریں کی اعلیٰ منازل تک پہنچانے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ دنیا کے اعمال ہی کے بدلے میں

جنت میں مراتب اور درجات بلند کئے جائیں گے۔" دنیا آخرت کی کھیتی ہے" اور انبیا و اولیاء کے اعمال یہ ہیں کہ وہ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے بچنے کے بعد بلا و مصیبت میں صبر و رضا و موافقت سے کام لیتے ہیں۔ پھر بلائیں ان سے دور کر دی جاتی ہیں اور ناز و نعمت اور فضل سے ابد الآباد تک نوازے جاتے ہیں اور دیدارِ الہی کی نعمت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

مقالہ ۷۷ اہلِ دین عبادتگزاروں کی پانچ قسمیں

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اہلِ دین عبادت گزاروں میں سے جو لوگ بازار میں داخل ہوتے نظر آئیں، وہ درحقیقت احکامِ خداوندی کی بجا آوری مثلاً نمازِ جمعہ یا باجماعت نماز یا حوائج کے لیے ہی ایسا کرتے ہیں۔

بازار میں داخل ہونے والوں کی پانچ قسمیں ہیں:-

۱- وہ جو بازاروں میں داخل ہو کر طرح طرح کی لذات و شہوات میں پھنس جاتے ہیں۔ ایسی چیزیں ان کے دلوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور وہ فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ جاتے ہیں، ان کا دین اور ان کی عبادت چھوٹ جاتی ہے اور طبیعت کی موافقت اور نفس کی خواہش کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں، البتہ اگر خدا تعالیٰ اپنی رحمت و حفاظت سے ان لذتوں پر صبر دے کر ان کی مذکورہ بالا کیفیتوں کا تدارک کر دے تو وہ ہلاکت سے بچ سکتے ہیں۔ اور سلامتی پاتے ہیں۔

۲- وہ جو ان لذتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے اپنی ہلاکت یقینی جان لیتے ہیں تو اپنی عقل پر انحصار کرتے ہوئے دین کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور جبر و تکلف کی کیفیت میں صبر کو شعار کرتے ہیں۔ یوں لذتوں کو چھوڑنے کی تلخی نوشِ جان کرتے ہیں اور مجاہدوں کی طرح ہو جاتے ہیں، اور اپنے

نفس اور اس کی شہوات، اپنی طبیعت اور اس کی خواہشوں پر خدا تعالےٰ کی مدد سے قابو پا لیتے ہیں۔ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا ثواب ہے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہوت کے غلبے کی کیفیت میں اس پر قدرت پا کر اسے چھوڑ دینے پر مومن کو ستر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

۳۔ وہ جو مال اور دنیا کی عطا کردہ نعمتوں اور تونگری کے حصول پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

۴۔ وہ جو اس قسم کی سب لذتوں اور فتنہ انگیزیوں کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتے اور خدا کے سوا ہر چیز کی طرف سے آنکھیں، زبان اور کان بند کر لیتے ہیں اور کسی دنیوی فتنے میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے کہ محبوبِ حقیقی کے سوا کسی کی خواہش پیدا ہو یا اس پر نگاہ پڑے۔ چنانچہ وہ ان تمام چیزوں سے ماورا ہیں جن میں تمام دنیا گرفتار ہے۔ اگر تم انھیں بازار میں داخل ہوتا دیکھو اور پوچھو کہ تم نے کیا دیکھا ہے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ کیونکہ انھوں نے بازار میں موجود اشیا کو سر کی آنکھ سے تو دیکھا ہے مگر دل کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ وہ چیزیں انہیں اچانک دکھائی دی ہیں، خواہش سے نہیں دیکھی گئیں۔ انہوں نے یہ چیزیں صورت میں دیکھی ہیں، معنیٰ میں نہیں۔ ظاہر میں دیکھی ہیں، باطن میں نہیں۔ اس طرح ان کی ظاہری نگاہیں تو بازار کی چیزوں پر ہوں گی مگر ان کا دل دیدارِ خداوندی میں مشغول ہوگا۔ وہ اس کے جمال اور جلال دونوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

۵۔ وہ خاص افراد جن کے دل بازار میں داخل ہوتے ہی بازار والوں کی حالت پر رحم کھاتے ہیں اور مخلوقِ خداوندی کی حالت پر ان کا دل شفقت کی کیفیتوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور ان کیفیتوں کے باعث وہ

ان چیزوں کا مشاہدہ ہی نہیں کر سکتے جو اُن کے سامنے ہوتی ہیں یا بازار والوں کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ لوگ بازار میں داخل ہوتے ہی وہاں سے نکلنے کے وقت تک بازار والوں کے لیے شفقت و رحمت بن جاتے ہیں — اور ان کے لئے استغفار اور شفاعت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ انکی بہتری اور نفع کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کے نقصان کے خیال سے ان کا دل کڑھتا ہے، ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، ان کی زبان صرف خداوند کریم کی حمد و ثنا کرتی ہے کہ اس نے انہیں لوگوں کے مقابلے میں اپنے فضل و نعمت سے نوازا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں شہروں اور بندوں پر خدا کا کوتوال کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو تم عارف، ابدال، زاھد، عالم، زمین پر خدا کا نائب اور سفیر، بندوں کی بھلائی چاہنے والے، شیریں زبان، محبوب مراد، ہادی، مہدی، راہنما، مرشد یا اس طرح کا کوئی بھی نام دے سکتے ہو۔ یہی حضرات کبریت احمر ہیں اور عقیق کے انڈے کی طرح نادر الوجود ہیں۔ ایسے حضرات پر اور خدا تعالیٰ کے تمام چاہنے والوں پر جو انتہائے مقام پر فائز ہیں، اللہ کریم کی رحمتیں ہوں۔

مقالہ ۳۷ اولیاء کو لوگوں کے عیبوں سے آگاہ کر دیا جاتا ہے

فرمایا: خداوند تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو لوگوں کے گناہوں، ان کے جھوٹے دعووں، ان کے اقوال و افعال میں شرک کی آمیزشوں، ان کی باطنی برائیوں اور چھپی ہوئی نیتوں سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اللہ کا ایسا ولی خدا اور رسولِ خدا اور دین اسلام کے لئے غیرت کرتا ہے۔ باطن میں اسے بہت غصہ آتا ہے۔ پھر اس غصے کے آثار اس کے ظاہر میں بھی رونما ہو جاتے ہیں کہ ظاہری و باطنی امراض کے باوجود یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ایمان سلامت رہے گا اور انجام بخیر ہو گا اور شرک کی موجودگی میں وحدت پرستی کا دعویٰ کیسے سچا ہو سکتا ہے۔

کیونکہ شرک تو صریح کفر ہے جس کا نتیجہ کسی طرح قربِ خداوندی نہیں ہو سکتا۔ اور شرک کرنے والا شیطانِ لعین اور منافقین کے گروہ میں سے ہے جن کے لئے جہنم کا آخری درجہ ہے اور انھیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ پھر مشرک کا دعوئے توحید پرستی درست کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی لئے اولیاء کی زبان پر ان کے عیوب، افعال خبیثہ، بے حیائی اور اس پر صدیقین اور زمرۂ مرادین میں شامل بزرگانِ دین اور رقضا و فعلِ خداوندی میں فنائیت کا مقام پانے والے بزرگانِ دین کے احوال کا حامل ہونے کے دعووں کا ذکر آجاتا ہے۔ کبھی یہ تذکرہ اس لئے بھی کیا جاتا ہے کہ فعل و ارادۂ ایزدی اور غضبِ خداوندی کی سختی کسی جھوٹے مدعی پر غالب آجاتی ہے۔ مگر بعض لوگ اس ولی اللہ پر غیبت کا بہتان لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولی غیبت کرتا ہے حالانکہ وہ تو لوگوں کو اس گناہ سے منع کرتا ہے۔ کیا ولی غیبت کرتا ہے؟ کیا حاضر و غائب لوگوں میں خواص و عوام سے پوشیدہ گناہوں کا اظہار جائز ہے؟

یہ اعتراض ان لوگوں کے حق میں اس ارشادِ خداوندی کے مصداق ہے کہ "ان کے نفع سے ان کا گناہ بہت بڑا ہے۔" ظاہر میں تو یہ منکرین کے انکار کیلئے ہے مگر حقیقتاً اللہ تعالے پر اعتراض ہے اور اس سے بیزاری کا اظہار ہے، اسے ناراض کرتا ہے۔ پھر منکر عالمِ حیرت میں کھو جاتا ہے۔ پس، اس حال میں اسے چاہیئے کہ سکوت و تسلیم کو رہنما بنائے اور شریعت میں اس کا جواز تلاش کرے، نہ یہ کہ خدا تعالے پر یا اس کے ایسے ولی پر جو ایک مدعی کے جھوٹ اور افترا پر حکم الٰہی سے طعن کرتا ہے، معترض ہونے کا گناہگار ہو۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ولی کے اس ذکر سے مدعی کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے، اس کی بُرائی زائل ہو جاتی ہے اور جہل و حیرت سے واپس لوٹ آتا ہے۔ ایسے میں ولی کی طرف سے اس کے عیوب کا ذکر اس مدعی پر ایک خدائی حملہ اور ہوتا ہے اور اس کو نفع پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے جو

اپنے غرور و رعونت کی وجہ سے ہلاک ہونے کے قریب تھا۔ خدا جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت دیتا ہے۔

مقالہ ۷۳ عاقل کی پہچان

حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاقل وہ ہے جو پہلے اپنے وجود کی حالت اور ہیئت ترکیبی پر غور کرے۔ پھر ساری مخلوق اور مختلف ایجادات پر غور کرے، اس طرح اسے خالق اور مخلوق کی از سرِ نو تخلیق و ایجاد پر دلیل دستیاب ہو گی کیونکہ صنعت اور مخلوق اپنے صانع اور خالق کی ہستی پر دلالت کرتی ہے یہ حکیم مطلق کی قدرت کا نشان ہے۔ تمام چیزوں کا وجود خالقِ حقیقی کی صنعت و قدرت سے ہے۔ قرآنِ پاک میں خداوندِ تعالےٰ نے فرمایا: "زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا ہے" اس قولِ خداوندی کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے محولہ بالا مفہوم کو بیان کیا ہے: ہر شے میں اللہ تعالےٰ کے اسمائے مبارک میں سے کسی نام کا ظہور ہے اور ہر شے کا نام کسی اسم خداوندی کی علامت ہے کوئی اسم، صفت اور فعل ایسا نہیں جس میں اس کی قدرت پوشیدہ اور اس کی حکمت ظاہر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کی ذات چھپی ہوئی ہے اور اس کی صفات ظاہر ہیں۔ اس کی ذات اس کی صفت میں اور صفت فعل میں پوشیدہ ہے۔ اس نے علم کو ارادے سے اور ارادے کو حرکات کے ذریعے ظاہر فرمایا ہے اور کمال اور صنعت کو چھپا کر ارادے کے ذریعے صنعت کو نمایاں کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ خود تو غیب ہے۔ اور پوشیدہ ہے اور اس کی حکمتیں اور قدرتیں ظاہر ہیں۔ "کوئی شے اس کی مثل نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اس کلام میں معرفت کے اسرار و غوامض کو ظاہر کیا ہے۔ انھوں نے وہ بات منکشف کر دی

ہے جو صرف شمع نور عرفاں سے منور سینے کا مالک ہی ظاہر کر سکتا ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ شانِ رفیع اس لیے ہے کہ ان کے حق میں معصوم ہاتھ دعا کے لیے بلند ہوئے تھے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسے دین کا فہم عطا کر اور قرآن کی تاویل و تفسیر کا علم عطا فرما ــــ!

خدا تعالیٰ ہمیں بھی ان کی برکتیں عطا کرے اور ہمارا حشر ان کے گروہ میں کرے۔

مقالہ ۵ء تصوّف کی اساس

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو، اس کی اطاعت کرو، ظاہری شریعت کی پیروی کرو، سینے کو پاک رکھو، نفس کی سخاوت اور چہرے کی بشاشت کا اہتمام کرو، مصرف میں آنے والی چیزوں کو خرچ کرو، کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ فقر کو اختیار کرو۔ مشائخؒ کا احترام کرو۔ بھائیوں سے حسنِ معاشرت کا برتاؤ کرو، خوردوں کو نصیحت کرتے رہو دنیوی منفعت میں خصومت ترک کر دو اور ایثار کو شعار کر لو، ذخیرہ اندوزی سے محترز رہو اور جو لوگ سالکین میں سے نہیں ہیں، ان سے دور رہو اور دین و دنیا کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حقیقتِ فقر یہ ہے کہ اپنے جیسی مخلوق سے احتیاج کا تصور نہ کرو اور حقیقتِ ثروت یہ ہے کہ اپنے جیسوں سے استغنا اختیار کرو۔ تصوف کا قیل و قال سے تعلق نہیں بلکہ بھوک سے ہے اور پسندیدہ و محبوب چیزوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ فقر کا آغاز علم کے حوالے سے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ نرمی سے اس کی ابتدا کی جائے کیونکہ علم وحشت کا باعث ہوگا اور نرمی انس پیدا کرے گی۔ تصوف

کی اساس درج ذیل آٹھ چیزوں پر قائم ہے:
حضرت ابراہیمؑ جیسی سخاوت، حضرت اسحاقؑ کی طرح رضا و موافقت حضرت ایوبؑ جیسا صبر۔ حضرت زکریاؑ کی طرح مناجات۔ حضرت یحییٰؑ جیسی غربت اور مسافرت۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح صوف کا لباس پہننا۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرح سیر و سیاحت اور حضور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فقر۔ آقا حضور کی طرح سب پیغمبروں پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مقالہ ۷۶ عاجزی اور اخلاص

حضرت نے فرمایا: تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ امرا سے ملو تو خودداری اور وقار کے ساتھ۔ فقرا سے ملو تو عاجزی اور فروتنی کے ساتھ۔ عاجزی اور اخلاص کو ہمیشہ کے لیے اختیار کرو کیونکہ اسی کی وجہ سے دیدارِ خداوندی ممکن ہے اور اسباب میں خدا تعالےٰ کو متہم نہ کرو۔ ہر حال میں اللہ کے سامنے اپنی بے چارگی کا اظہار کرو اور اپنے بھائیوں کے حقوق کو اس خیال سے ضائع نہ کرو کہ تمھارے اور ان کے درمیان دوستی اور یگانگت ہے۔ فقرا کی صحبت اختیار کرو، تواضع، حسنِ ادب اور سخاوت کو شعار کرلو، نفس کشی کے ذریعے دائمی زندگی کو حاصل کرلو۔ جس کا اخلاق اچھا ہے وہ خدا تعالےٰ کے زیادہ قریب اور اعمال میں سب سے افضل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی طرف مائل و ملتفت نہ ہو۔ لوگوں کو حق اور صبر کے راستوں پر چلنے کی تلقین کرو۔ فقرا کی صحبت اور اولیاء کی خدمت تمھاری ہر طرح کفایت کرے گی۔ اہلِ فقر وہ ہیں جو خالق و مالک کے سوا ہر چیز سے بے نیاز اور لاتعلق ہوں۔ اپنے سے چھوٹے پر حملہ آور ہونا نامردی کی علامت ہے، بڑے پر حملہ کرنا بے حیائی کے مترادف ہے اور اپنے برابر والے پر حملہ کرنا بد اخلاقی پر دال ہے۔ فقر و تصوف مجاہدہ ہے اسے کسی بے ہودہ چیز سے

منسوب کرنا غلط ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق دے، آمین۔

اے خدا کے ولی! تم ہر حال میں خدا تعالےٰ کا ذکر کیا کرو کیونکہ اس امر میں تمام نیکیاں جمع ہیں۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ خدا کے عہد و پیمان کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ ہر ضرر سے دور کرنے والا وہی ہے تمہیں چاہیئے کہ قضائے الٰہی سے پیش آنے والے تمام موقعوں کے لیئے ہمہ وقت تیار رہو۔ کیونکہ قضا کی آمد حق ہے۔ اور جان لو کہ ہر حرکت اور ہر سکون پر تمہاری پرسش ہوگی، اس لیے وقت کی مناسبت سے جو کام سب سے اچھا ہو، اس میں مشغول رہو اور اپنے اعضاء و جوارح کو فضول اور لغو کاموں سے بچائے رکھو۔

خدا اور رسول خدا (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع تمہارے لیے ضروری ہے اور جو تمہارے لیے حاکم برحق ہو، اس کی اطاعت کرو اور حاکم کا حق ادا کرتے ہوئے اس سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہ کرو جو اس پر واجب ہو اور بہر حال اس کے لئے دعا کرو مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا خیر خواہی کے جذبات سے کام لینا، اور ان کی بھلائی میں کوشاں رہنا تم پر واجب ہے۔ تمہاری کوئی رات اس طرح نہ گزرنی چاہیئے کہ تم کسی کی برائی، کسی کے بارے میں کینہ یا کسی سے دشمنی کے جذبات رکھو — جو شخص تم پر ظلم کرے اس کے لیے بھی نیک دعا کرو۔ ظلم سے حفاظت کی توقع خدا تعالےٰ سے رکھو۔

تمہارے لیے ضروری ہے کہ رزقِ حلال کھاؤ اور جس چیز کے بارے میں شک ہو — اس کے متعلق علم رکھنے والوں سے معلوم کرو، اللہ تعالیٰ سے حیا کرو، اس کی صحبت اختیار کرو، ماسوی اللہ کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ہر صبح کا آغاز اپنے مال کے صدقے سے کرو اور ہر شام کو اس دن فوت ہونے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ ادا کرو۔ نمازِ مغرب کے بعد

نماز استخارہ پڑھا کرو اور صبح و شام سات مرتبہ یہ دعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ : اور یہ آیات ہمیشہ سورہ حشر کے آخر تک پڑھا کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ـــ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ، ہی مددگار ہے کیونکہ حول و قوت اسی خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ ہے۔

مقالہ ۷۷ زہد، تقویٰ اور معرفتِ خداوندی

فرمایا: خدا کے ساتھ اسی طرح رہو گویا مخلوق کا وجود ہی نہیں ـــ اور مخلوق کے ساتھ اس طرح رہو جیسے تمہارا نفس عنقا ہے۔ چنانچہ جب تم مخلوق کے وجود کو نظر انداز کرتے ہوئے خدا کے ساتھ ہو گے تو اسے پا لو گے۔ ہر شے سے فنائیت کا مقام حاصل کر لو گے اور جب اپنے نفس کی خواہشات کے علی الرغم مخلوق کے ساتھ ہو گے تو عدل و انصاف اور حق تمہارے ساتھ ہوں گے اور انجام بد سے ہر طرح محفوظ و مامون ہو جاؤ گے۔ جب تم ہر چیز کو درِ خلوت پر ترک کر دو گے اور خلوت میں تنہا داخل ہو گے۔ خلوت کی تنہائیوں میں تمہاری چشمِ باطن اپنے ان مونسوں کو دیکھے گی جو تمہاری چشمِ ظاہر سے پوشیدہ ہیں۔ وہاں تمہیں موجودات کے ماسوا کا نظارہ حاصل ہو گا، نفس تم سے دور ہو جائے گا اور تم قربِ الٰہی اور امرِ خداوندی حاصل کر لو گے۔ اس حالت میں تمہارا جہل علم بن جائے گا اور بُعد قرب میں تبدیل ہو جائے گا۔ تمہاری خاموشی ذکر کی حیثیت اختیار کر لے گی اور وحشت انس و محبت میں بدل جائیگی۔ جان لو کہ عبودیت کے مقام میں خالق اور مخلوق دو ہی ہیں۔ اگر تم خالق

کو اختیار کرتے ہو تو کہہ دو کہ ربِ دو عالم جل وعلا کے علاوہ باقی سب میرے دشمن ہیں۔

پھر حضرت رض نے فرمایا کہ جس نے قربِ خداوندی کا مزا چکھا، وہی اس لذت سے واقف ہے۔ اس پر کسی نے پوچھا کہ جس شخص پر صفرا کی کڑواہٹ غالب ہے، اسے شیرینی کی لذت کیسے ملے گی؟ فرمایا: کوشش، قصد اور تکلف کے ساتھ خواہشات سے دور رہنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ صاحبِ ایمان جب نیک اعمال کرتا ہے تو اس کا نفس قلب کے محسوسات کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کا دل جن چیزوں کا ادراک کرتا ہے، اس کا نفس بھی انہی چیزوں کے ادراک کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا دل اس کا بھید بن جاتا ہے اور بھید منقلب ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور فنا بقا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا: حق کے دوستوں اور مخلصوں کے لئے تمام دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اے شخص! مخلوق کو اپنی طبیعت سے معدوم کر دو، اسطرح تمہاری طبعِ انسانی طبعِ ملائکہ بن جائے گی۔ پھر فرشتوں کی خصوصیات سے بھی بدل کر تمہیں پہلے طریقے ہی سے ملا دیا جائے گا۔ یہ فنائیت کی حقیقت ہے۔ اس وقت تمہارا رب جو کچھ تمہیں پلانا چاہے گا، پلائے گا اور جو خاصیتیں تم میں پھولتی پھلتی دیکھنا چاہے گا، کاشت کر دے گا۔ اگر تم اس مقام کے حصول کا ارادہ رکھتے ہو تو تم پر واجب ہے کہ پہلے مسلمان ہو جاؤ، پھر اطاعت، اتباعِ حق میں سرِ تسلیم خم کر دو۔ پھر اوامر و نواہی کا علم حاصل کر دو، پھر رب کریم کا عرفان حاصل کرو اور پھر وجودِ حق کے ساتھ بقا کی خواہش کرو جب تمہارا وجود اسی کے لئے ہو جائے گا تو تمہارا سب کچھ اسی کی خاطر ہو گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ زُہد ایک ساعت کا کام ہے اور تقوٰی دو ساعت کا، اور معرفتِ خداوندی دائمی عمل ہے۔

مقالہ ۷ۓ سالکینِ راہ حق کے لیے دس خصلتیں

احتسابِ نفس اور مجاہدہ کرنے والے اولوالعزم سالکوں کے لئے دس خصلتیں ہیں جن پر قائم رہتے اور انھیں اللہ تعالےٰ کے حکم سے مضبوط کر لینے سے وہ منازلِ ارفع تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ عمداً یا سہواً کسی طرح بھی خدا کی قسم نہ کھائے، جھوٹی نہ سچی۔ جس نے اپنے آپ کو اس خصلت کا عادی بنالیا، اسے اپنی ذات میں پختہ کر لیا۔ وہ ہر قسم کی قسم کھانے سے مجتنب ہو جاتا ہے اور قصداً یا سہواً کسی طرح قسم نہیں کھاتا۔ اور جب بندہ ترکِ حلف کا عادی ہو جائے تو اس پر انوارِ ایزدی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا قلب اس عادت کی منفعت سے آگاہ ہوتا ہے، اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے اور اس کے عزم وصبر قوت پذیر ہو جاتے ہیں۔ بھائی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں اور پڑوسی اس کی فضیلت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اسے پہچاننے والے اس کی تقلید کرتے ہیں اور اسے محض دیکھنے والے اس سے ڈرتے ہیں۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ بندہ جھوٹ کہنے سے ہر طرح بچے، مذاق میں بھی ایسا نہ کرے۔ جب جھوٹ سے مستقل طور پر اجتناب کرے گا اور زبان پر صرف حرفِ صداقت ہی لائے گا اور اس صفت کو اپنے نفس میں پختہ کر لے گا تو خدا تعالےٰ اس کے سینے کو کشادہ کر دے گا اور اس کے علم کو اتنا روشن کر دے گا گویا جھوٹ سے اس کی جان پہچان ہی نہیں ہے۔ اور جب کسی دوسرے سے جھوٹی بات سنے گا تو اسے معیوب و قبیح سمجھے گا اور اپنے دل میں جھوٹے کو برا سمجھے گا۔ اور اگر جھوٹے کی جھوٹ بولنے کی عادت

چھوٹ جانے کی دعا کرے گا تو ثواب کا حقدار ہو گا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ کسی سے وعدہ کرے تو اسے وفا کرے، ورنہ قطعاً وعدہ ہی نہ کرے۔ کیونکہ وعدہ نہ کرنا اس کے حق میں اس بات سے بہت بہتر ہے کہ وعدہ کرکے نہ نبھائے۔ اور میانہ روی بھی یہی ہے کہ کسی سے وعدہ ہی نہ کرے۔ کیونکہ وعدے کو نہ نبھانا جھوٹ کی ایک قسم ہے اور جب وعدہ خلافی کے خطرے سے بندہ وعدہ ہی نہ کرے گا تو اس کے لئے سخاوت کے در کھل جائیں گے اور اسے حیا کا درجہ مل جائے گا۔ اور اس کی محبت صادقین کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے گی اور خدا کے یہاں اسے رفعت حاصل ہو گی۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے۔ کوشش کرے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ کیونکہ یہ صفت ابرار و صدیقین کے اخلاق میں سے ہے۔ ایسے شخص کا انجام بخیر ہو گا۔ دنیا میں بھی وہ خدا کے عطا کردہ درجات کے ساتھ حفاظتِ خداوندی میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت کے قعر سے اور مخلوق کے گزند سے سلامت رکھتا ہے، بندوں کو اس کے لئے شفقت پر آمادہ کرتا ہے اور اپنے قرب کی دولت سے اسے مالا مال کرتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ اگرچہ اس پر ظلم بھی کیا گیا ہو، وہ مخلوق میں سے کسی کے لئے بددعا نہ کرے۔ ظلم کرنے والے سے قطعِ تعلق بھی نہ کرے اور اس کے کردار کا اس سے انتقام نہ لے۔ اپنا قول و فعل اس کے قول و فعل کے مطابق نہ کرے بلکہ خدا کے لئے اس ظلم کو برداشت کرے اور تحمل سے کام لے۔ جس شخص میں یہ خصلت پائی جائے، اسے درجاتِ رفیع حاصل ہوتے ہیں اور جب بندہ اس خصلت کو شعار بنا لیتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پاتا ہے اور اسے قریب و دور

کی تمام مخلوق میں محبت، احترام اور مقبولیت نصیب ہوتی ہے۔ اس کی دعا کو شرفِ اجابت اور عبادت اور نیک کاموں کو عظمت و قبولیت ملتی ہے اور اہلِ اسلام کے دلوں میں اس کا اعزاز و وقار راسخ ہو جاتا ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر، شرک یا نفاق کی گواہی نہ دے۔ یہ بندے کو رحمت سے زیادہ قریب اور رتبے میں زیادہ بلند کرتی ہے۔ یہ خصلت اتباعِ سنت کا کمال ہے۔ اہل قبلہ میں سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر، شرک یا نفاق کا حکم لگانا اللہ کے علم میں دخل دینے اور اس کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اور اس سے بچنا رحمتِ خداوندی اور خوشنودیٔ حق تعالےٰ کے بہت قریب ہے۔ یہ خصلت خدا تک رسائی کے لئے ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس کی وجہ سے بندۂ مومن تمام مخلوقِ خدا پر مہربان ہو جاتا ہے۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے محفوظ رکھے اور اپنے اعضاء و جوارح کو معاصی سے بچاتے رکھے۔ اس کے ذریعے قلب و اعضاء کے اعتبار سے دنیا کے سب اعمال سے زیادہ اجر اور ثواب ملتا ہے۔ یہ اجر و ثواب بہت جلد دنیا میں ملتا ہے اور آخرت میں بھی ایسے بندے کے لئے خدا تعالےٰ جمع کر رکھتا ہے۔ ہم خدا سے دست بدعا ہیں کہ ہم پر احسان کرتے ہوئے ہمیں ان خصلتوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ہمارے قلب کو خواہشوں سے پاک کر دے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق کے کسی چھوٹے یا بڑے پر اپنا بوجھ ڈالنے سے احتراز کرے، خواہ یہ بوجھ کم ہو یا زیادہ۔ بلکہ مخلوق سے سب چیزوں کا بوجھ خود اٹھالے، خواہ اسے ان کی احتیاج ہو یا نہ ہو۔

یہ خصلت عابدین کی عزت اور متقین کا شرف ہے۔ بندے کو اسی خصلت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق اور طاقت ملتی ہے۔ اس شخص کے نزدیک ساری مخلوق ہم مرتبہ ہو جاتی ہے۔ جب مومن اس خصلت کو شعار کرے گا تو اسے استغناء، یقین اور توکل کی صفات سے متصف کر دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی خواہش سے بلند نہیں کرتا۔ پھر اس مومن کے نزدیک حق میں تمام مخلوق برابر ہو جائے گی۔ یقین رکھو کہ یہ خصلت اہل ایمان کی عزت اور پرہیزگاروں کے شرف کا دروازہ اور مقام اخلاص تک رسائی کا قریبی ذریعہ ہے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ سالک کسی انسان سے حرص وطمع نہ رکھے۔ اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے، اس کے لالچ سے نفس کو بچائے۔ یہ خصلت بہت بڑی عزت، خالص استغناء اور مکمل بادشاہی کی علامت ہے۔ عمدہ فخر، روشن یقین اور شفا بخش توکل یہی ہے۔ اللہ پر یہی اعتماد توکل اور زُہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اسی سے تقویٰ حاصل اور عبادت کامل ہوتی ہے۔ اس خصلت کے حامل وہ ہیں جنھوں نے سب رشتے قطع کر کے صرف خدا تعالیٰ ہی سے تعلق قائم کیا۔

دسویں خصلت تواضع ہے۔ اس سے عابد کی قیام گاہ نہایت رفیع و بلند ہوتی ہے، درجے میں رفعت ملتی ہے، خدا اور خلق خدا کے نزدیک اس کی عزت بڑھتی ہے اور مراتب بلند ہوتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس پر قادر ہو جاتا ہے۔ سب اطاعتوں کی اصل، ان کی فرع اور ان کا کمال یہی خصلت ہے۔ اسی کے سبب بندے کو ان صالحین کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے جو تکلیف و راحت دونوں میں اللہ سے راضی ہیں۔ یہ خصلت تقویٰ کا کمال ہے۔

تواضع کی تعریف یہ ہے کہ آدمی جس سے ملے، اس کو اپنی ذات سے بڑا

سمجھے اور کہے کہ شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبے میں مجھ سے بڑا ہو۔ اگر ملنے والا چھوٹا ہے تو کہے کہ یہ نافرمانی کا مرتکب نہیں ہوا اور بے شک مجھ سے نافرمانی سرزد ہوئی ہے اس لئے کچھ شبہ نہیں کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اگر ملنے والا عمر میں بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے رب تعالےٰ کی عبادت کی ہے۔ اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے ایسی چیز ودیعت کی گئی ہے جو مجھ میں نہیں ہے، اس نے ایسی چیز پائی ہے جو میں نے نہیں پائی اور اسے وہ علم ہے جو مجھے نہیں ہے اور وہ علم کے ساتھ عمل بھی کرتا ہے۔ اگر ملنے والا جاہل ہے تو کہے کہ یہ تو نادانستگی میں خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوا ہے اور میں جانتے بوجھتے ہوتے یہ جرم کر بیٹھا ہوں۔ اور مجھے اس کا علم بھی نہیں ہے کہ میرا انجام کس طرح ہو گا اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہو گا۔ اگر ملنے والا کافر ہے تو کہے کہ مجھے علم نہیں شاید یہ مسلمان ہو جائے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور ہو سکتا ہے میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ بُرے حال میں ہو۔

خصلتِ تواضع دوسروں پر شفقت کرنے اور اپنے نفس کی حرکتوں سے ڈرنے کا دروازہ ہے۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس خصلت کو اختیار کیا جائے۔ یہ وہ انتہائی خوبی ہے جس کا اثر لوگوں پر قائم رہتا ہے۔ جب بندہ خصلتِ تواضع کو شعار کرلے گا تو اللہ تعالےٰ اسے نفس کی آفات سے بچائے گا اور اسے اللہ کے لئے نصیحت کرنے والے صاحبِ رشد کا مقام نصیب ہو گا۔ وہ رحمٰن و رحیم کے دوستوں اور مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گا۔ اور دشمنِ خدا یعنی ابلیس کے اعداء میں سے ہو گا۔ تواضع رحمت کا دروازہ ہے جس کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور خودپسندی کی رسی کٹ جاتی ہے اور اس سے دین ودنیا اور آخرت میں بندے کے نفس کی برائی کا درجہ گھٹ جاتا ہے۔ تواضع عبادت کا مغز ہے اور زہّاد وعبّاد کی انتہائی بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔ کوئی

شے اس صفت سے افضل نہیں ہے۔ اس خصلت کے ساتھ انسان کی زبان بے فائدہ باتوں اور اہل عالم کے ذکر اور لوگوں کی غیبت میں ملوث نہیں ہوتی۔ اس خصلت کے بغیر بندے کا کوئی عمل تکمیل پذیر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ سے کبر، کینہ اور حد سے گزر جانے کی خواہش بندے کے دل سے نکال دی جاتی ہے۔ اس کی زبان، اس کا چاہنا اور اس کا باتیں کرنا ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے۔ اور پوری مخلوق نصیحت کے حوالے سے اس کے نزدیک ایک سی ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے برائی سے یاد نہیں کرتا اور کسی کو مصلحت کے بغیر کسی فعل پر سرزنش نہیں کرتا۔ اگر اس کے سامنے کسی کی برائی کی جائے تو وہ اسے پسند نہیں کرتا، ایسے بیان سے اس کا دل خوش نہیں ہوتا بلکہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ غیبت عابدوں کے لئے آفت اور زاہدوں اور اطاعت گزاروں کے حق میں ہلاکت ہے۔ وہی بچتا ہے جس کی زبان اور اس کے قلب کی حفاظت رحمتِ خداوندی فرماتے۔

مقالہ ۷۹ مرضِ وصال اور وصایا

مرضِ وفات میں آپ کے صاحبزادے عبدالوہابؒ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے کہ آپ کے بعد کیا عمل کروں۔ آپ نے فرمایا: تم پر صرف خدا سے ڈرنا واجب ہے، اس کے علاوہ نہ کسی سے خائف ہونا، نہ کسی سے کوئی امید رکھنا۔ اپنے سب کام خدا تعالےٰ کے سپرد کر دینا، اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرنا اور اپنی ہر حاجت اسی سے مانگنا، اس کے سوا کسی پر وثوق نہ کرنا۔ توحید پر قائم رہنا، اس پر سب کا اجماع ہے۔ پھر آپ نے فرمایا جب دل کا لگاؤ خدا کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ماسوی اللہ میں سے کوئی چیز نہ اس میں داخل ہوتی

ہوتی ہے، نہ باہر جاتی ہے۔ فرمایا: میں ایسا مغز ہوں جس کا پوست نہیں۔

اپنی اولاد سے فرمایا کہ مجھ سے ذرا ہٹ جاؤ کیونکہ میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں مگر بباطن کسی اور کے قریب ہوں۔ پھر فرمایا: یہاں تمہارے علاوہ اور بھی کچھ لوگ ہیں، ان کے لئے جگہ خالی کرو اور ان کا ادب کرو۔ یہ جگہ رحمت کے گھیرے میں ہے اور اسے کسی کے لئے تنگ نہ کرو۔ آپ مسلسل فرماتے جاتے تھے۔

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ بِسْمِ اللّٰهِ غَيْرَ مُوَدِّعِيْنَ۔

(یعنی تم پر اللہ کی سلامتی ہو، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے اور بسم اللہ ہماری اور تمہاری طرف اس طرح رجوع کرے کہ وداع نہ ہو)

آپ مسلسل ایک رات دن یہی فرماتے رہے۔ پھر فرمایا: تم پر افسوس ہے۔ میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا حتیٰ کہ کسی فرشتے یا ملک الموت سے بھی نہیں۔ مجھے تو اس نے عطا فرمایا ہے جو تمہارے علاوہ ہے — پھر آپ نے ایک زور دار نعرہ مارا۔ یہ اس دن کا واقعہ ہے جس کی شام کو آپ نے وصال فرمایا۔ اور راقم السطور کو حضرت کے صاحبزادے عبدالرزاق اور موسیٰ (رحمہم اللہ تعالےٰ) نے بتایا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو مصافحہ کرنے کے انداز میں اٹھاتے اور دراز کرتے تھے اور فرماتے تھے" وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ۔ میں ابھی تمہاری جانب آتا ہوں اور فرماتے تھے" ٹھہرو"، اسکے بعد حق آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ پر عالم سکرات طاری ہو گیا۔

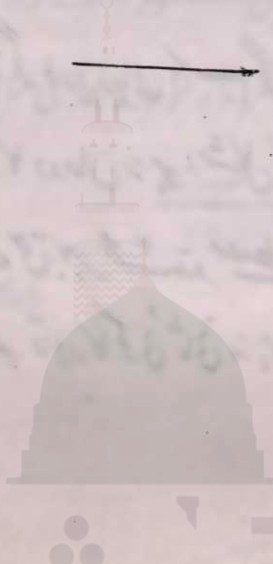
مقالہ نمبر ۸۰ وصال کے احوال

حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: میرے اور تمہارے اور تمام مخلوق کے درمیان میں اس طرح بُعد ہے جس طرح زمین و آسمان دُور دُور ہیں۔ اس لئے مجھ کو کسی اور پر، اور کسی اور کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ آپ کے صاحبزادے عبدالرزاقؒ نے آپ سے حال پوچھا اور درد کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: مجھ سے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے۔ میں علم خداوندی کے مطابق ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جایا جا رہا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے صاحب زادے عبدالعزیزؒ نے آپ سے مرض کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ کوئی انسان، جن یا فرشتہ میرے مرض کو جان یا سمجھ نہیں سکتا۔ یہ اللہ کے حکم سے ہے اور اللہ کا علم تبدیل نہیں ہوتا۔ حکم بدل جاتا ہے، علم میں تغیر نہیں ہوتا۔ حکم منسوخ ہو جاتا ہے، علم منسوخ نہیں ہوتا۔ اللہ جس چیز کو مٹانا چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے، جسے رکھنا چاہتا ہے، رکھتا ہے اور یہ سب کچھ اس کے یہاں لوح محفوظ میں ہے۔ اس کے کاموں کے بارے میں کوئی نہیں پوچھ سکتا لیکن بندے اس کے آگے جواب دہ ہیں۔ صفات گزرتی ہیں جس طرح ان کی خبریں آئی ہیں۔

آپ کے صاحبزادے عبدالجبارؒ نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ کے جسم میں کونسا عضو آپ کو تکلیف دیتا ہے۔ فرمایا کہ دل کے علاوہ باقی تمام اعضاء تکلیف دیتے ہیں۔ البتہ قلب کا اللہ کے ساتھ صحیح ربط ہے۔ پھر موت قریب آئی تو آپ نے فرمایا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ـ اس پاک اور برتر اور زندہ ذات سے امداد و اعانت چاہتا ہوں جسے فنا نہیں۔ وہ پاک ہے اور اس کی ذات کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے اور اس نے بندوں کو موت سے مغلوب کر رکھا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ط

آپ کے صاحبزادے موسیٰؒ نے یہ بھی بتایا کہ آپ نے لفظ "تعزز" ادا کرنا چاہا مگر آپ کی زبان مبارک سے صحیح طور پر یہ لفظ ادا نہ ہوتا تھا۔ آپ نے بار بار یہی لفظ کہنے کی کوشش کی، آخر "تعزز" کا لفظ اپنے صحیح تلفظ کے ساتھ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو گیا۔ پھر آپ نے تین بار "اللہ۔ اللہ۔ اللہ" کہا۔ پھر آپ کی آواز پست ہوتی گئی، زبان مبارک تالُو سے جا لگی اور آپ کی روح اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی رضوان اللہ علیہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی برکتوں سے مستفید فرماتے، ہمارا اور تمام اہل اسلام کا خاتمہ ایمان پر کرے اور رسوائیوں اور فتنوں میں ڈالے بغیر ہمیں صلحائے اُمّت کے ساتھ ملائے۔ آمین، آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ جمیع الانبیاء والاولیاء اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



منقبت غوثِ اعظم علیہ الرحمہ

جس کے دِل میں اُلفتِ سرکارِ جیلانی نہ ہو
بالیقیں اسکی نظر میں نورِ ایمانی نہ ہو

گر شہِ بغداد کے در کی گدائی ہو نصیب
خواہشِ دنیا، تمنائے جہانبانی نہ ہو

منزلِ عرفانِ حق کو کس طرح پائیں گے ہم
غوثِ اعظمؒ کا اگر فیضانِ روحانی نہ ہو

ہو نہ گر وردِ زباں اسمِ گرامی آپ کا
درد کا درماں نہ ہو، مشکل کی آسانی نہ ہو

تھا یہی منشائے حق بہرِ محمدؐ مصطفےٰ
غوثیت میں عبدِ قادر کا کوئی ثانی نہ ہو

جب ہوئی بغداد کی گلیوں کی مٹی زیبِ سر!
مہر زا کیوں معصیت کاروں کی پیشانی نہ ہو

حرزِ جاں تعلیمِ غوثِ پاک ہونی چاہیے
یہ جو ہو، پھر ہم کو کوئی بھی پریشانی نہ ہو

ہے یہ ناممکن، رسائی ہو ریاضِ خُلد تک
کوچۂ غوث الورٰی کی خاک گر چھانی نہ ہو

میں اٹھا سکتا نہیں محمود لطفِ زندگی
لطف فرما مجھ پہ گر وہ غوثِ صمدانی نہ ہو

رحمہ اللہ تعالےٰ

راجا رشید محمود (مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (القرآن)

جس نے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے بھی آپ کو ان کا نگہبان (ذمہ دار) بنا کر نہیں بھیجا

سُنن ابن ماجہ

(عربی، اردو)

جلد اوّل جلد دوم

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ

(المتوفی ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ)

ترجمہ: مولینا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

اہتمام و تزیین: سید حامد لطیف چشتی

ناشر

فرید بُک سٹال ۳۸ اردو بازار۔ لاہور ۲ پاکستان

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴿القرآن﴾

اور جس نے رسول کا حکم مانا تو یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا

بخاری شریف مترجم

قیمت مکمل سیٹ تین جلدیں ——— ۲۲۵/- روپے

مصنفہ

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ از

فاضل شہیر مولینا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

طلب فرمائیے

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

ہم بمسرت اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے میسرز

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور کو اپنی جملہ مطبوعات کے

لیے اندرون و بیرون ملک واحد تقسیم کنندگان مقرر کیا ہے

سید حامد حنیف



حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور

واحد تقسیم کار

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور

